

سرکاری رپورٹ

بلوچستان صوبائی اسمبلی

دو سی اسے میں رسالت اس اجلاس

مباحثات 2014ء

(اجلاس منعقدہ 18 جنوری 2014ء بمقابلہ 16 ریج الائل 1435ھجری ہر روز ہفتہ)

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
1	تلاؤت قرآن پاک اور ترجمہ۔	2
2	وقفہ سوالات۔	3
3	رخصت کی درخواستیں۔	3
4	سرکاری کارروائی برائے قانون سازی۔	4
5	مشترکہ قرارداد نمبر 12 می جانب جناب رحمت صالح بلوج (وزیر صحت)	7
6	مشترکہ قرارداد نمبر 14 می جانب آغا سید لیاقت علی۔	7
7	امن و امان پر عام بحث۔	21

بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 18 جنوری 2014ء بھطابن، ریجک الاؤل 1435 ہجری بروز ہفتہ بوقت صبح
11 بجکر 55 منٹ پر زیر صدارت جناب ڈپٹی اسپیکر میر عبدالقدوس بزنجو، بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال
کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔
تلاوت قرآن پاک و ترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اَفَحَسِّيْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنُكُمْ عَبْثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿١٥﴾ فَتَعْلَى اللّٰهُ الْمُلْكُ الْحَقُّ ﴿١٦﴾
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمُ ﴿١٧﴾ وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلَهًا اخْرَى لَا بُرْهَانَ
لَهُ بِهِ ﴿١٨﴾ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ طَاهَ لَا يُفْلِحُ الْكُفَّارُونَ ﴿١٩﴾ وَقُلْ رَبِّ
اَغْفِرْ وَاَرْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّحِمِينَ ﴿٢٠﴾

﴿پارہ نمبر ۸ سورہ المٹہنون آیت نمبر ۵ تا ۱۸﴾

ترجمہ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ سو کیا تم خیال رکھتے ہو کہ ہم نے تم کو بنا یا کھینے کو اور تم
ہمارے پاس پھر کرنہ آؤ گے۔ سو بہت اوپر ہے اللہ وہ بادشاہ سچا کوئی حاکم نہیں اسکے سوا مالک
اُس عزت کے تخت کا۔ اور جو کوئی پکارے اللہ کے ساتھ دوسرا حاکم جس کی سند نہیں اسکے پاس،
سو اسکا حساب ہے اسکے رب کے نزدیک۔ بیشک بھلانہ ہو گا منکروں کا اور تو کہہ اے رب!
معاف کر اور رحم کر اور تو ہے بہتر سب رحم والوں سے۔ وَمَا عَلَمْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جزاک اللہ۔ سُمِّ اللہِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ وقفہ سوالات میں کچھ اس طرح ہے کہ کچھ ہمارے نمبر صاحبان کے سوالوں کے جواب انہوں نے نہیں دیے ہیں اور آج میرے خیال میں منسٹر صاحبان بھی موجود نہیں ہیں۔ تو kindly اس چیز کو دیکھیں کہ کافی دنوں کے بعد اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا ہے۔ اور منسٹر صاحبان اگر اس طرح کریں گے تو کس طرح یہ کارروائی آگے چلے گی؟ ہمارے اپوزیشن ارکین ہمارے ایم پی ایز کے سوالات کے جوابات کون دیں گے؟ وزیر اعلیٰ صاحب اس کا نوٹس لیں۔

ڈاکٹر عبدالمالک بلوج (قائد ایوان): میں سمجھتا ہوں کہ جو questions ہوئے ہیں شاید یہ اس دور کے ہیں جب منسٹر صاحبان نہیں تھے۔ میں اس باوس کو، اپوزیشن لیڈر کو assure کر لیتا ہوں کہ Next اجلاس میں کوئی بھی question بغیر جواب کے نہیں آیا گا۔ اور ہم اپنے آپ کو اپوزیشن کے سامنے جواب دے سمجھتے ہیں اور ہم اپوزیشن کے ہر اس تنقید کو یا ہر اس investigation کو قبول کریں گے اور انکو جواب دے دیں گے۔ میں سمجھتا ہوں اسی میں تھوڑے سے technical problems آگئے ہیں۔ اور یہاں سیکرٹری صاحبان بھی بیٹھے ہوئے ہیں، انشاء اللہ آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی مہربانی۔ سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

رخصت کی درخواستیں

سیکرٹری اسمبلی: حاجی گل محمد مژہب صاحب نے نجی مصروفیات کی بنا آج کے اجلاس سے رخصت منظور کرنے کی استدعا کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: نوابزادہ ٹکنیکر مری صاحب کوئٹہ سے باہر جانے کی وجہ سے آج کے اجلاس سے انہوں نے رخصت کی درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: میر سرفراز چاکر ڈوکی صاحب کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کے اجلاس سے انہوں نے رخصت کی استدعا کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: سردار محمد اسلام بن بخش صاحب کوئٹہ میں موجود نہ ہونے کی بنا آج کے اجلاس سے انہوں نے

رخصت کی استدعا کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: میراظہار حسین خان کھوسہ نے بھی مصروفیات کی بنا آج کے اجلاس سے رخصت کی استدعا کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: حاجی محمد خان لہڑی صاحب نے بھی مصروفیات کی وجہ سے آج کے اجلاس سے رخصت کی درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سرکاری کارروائی برائے قانون سازی

جناب ڈپٹی اسپیکر: وزیر صحت بلوچستان تحفظ فروغ شیر ماڈر و غذا ائیت شیر خوار کا مسودہ قانون مصدرہ 2014ء (مسودہ قانون نمبر 1 مصدرہ 2014ء) کے متعلق اپنی تحریک پیش کریں۔

ڈاکٹر عبدالمالک بلوج (قائد ایوان): On behalf of Minister Health میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ بلوچستان تحفظ فروغ شیر ماڈر و غذا ائیت شیر خوار کا مسودہ قانون مصدرہ 2014ء (مسودہ قانون نمبر 1 مصدرہ 2014ء) کو فی الفور زیر غور لایا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: تحریک پیش ہوئی۔ آیا بلوچستان تحفظ فروغ شیر ماڈر و غذا ائیت شیر خوار کا مسودہ قانون مصدرہ 2014ء (مسودہ قانون نمبر 1 مصدرہ 2014ء) کو فی الفور زیر غور لایا جاتا ہے۔ وزیر صحت! بلوچستان تحفظ فروغ شیر ماڈر و غذا ائیت شیر خوار کا مسودہ قانون مصدرہ 2014ء (مسودہ قانون نمبر 1 مصدرہ 2014ء) کو فی الفور زیر غور لایا جاتا ہے۔

قائد ایوان: On behalf of Minister Health میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ بلوچستان تحفظ فروغ شیر ماڈر و غذا ائیت شیر خوار کا مسودہ قانون مصدرہ 2014ء (مسودہ قانون نمبر 1 مصدرہ 2014ء) کو منظور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: تحریک پیش ہوئی۔ آیا بلوچستان تحفظ فروغ شیر ماڈر و غذا ائیت شیر خوار کا مسودہ قانون مصدرہ 2014ء (مسودہ قانون نمبر 1 مصدرہ 2014ء) کو منظور کیا جائے؟ ہاں یاناں؟ تحریک منظور ہوئی۔

بلوچستان تحفظ فروع شیر ماڈرونڈائیت شیر خوار کا مسودہ قانون مصدرہ 2014ء (مسودہ قانون نمبر 1 مصدرہ 2014ء) منظور ہوا۔ وزیر بلدیات بلوچستان لوکل گورنمنٹ کا (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2014ء (مسودہ قانون نمبر 2 مصدرہ 2014ء) کے تعلق اپنی تحریک پیش کریں۔

سردار غلام مصطفیٰ خان ترین (وزیر بلدیات): جناب اسپیکر صاحب! تحریک میں کچھ ٹیکنیکل غلطی ہوئی ہے اس کی تصحیح کرنے کے بعد دوبارہ پیش کریں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی۔ میں وزیر بلدیات کی جانب سے دوبارہ نوٹس موصول ہونے تک defer کیا جاتا ہے۔ وزیر تعلیم! بلوچستان یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی خضدار کے سینڈیکیٹ کے لئے دوارکان اسمبلی کو منتخب کرنے کی تحریک پیش کریں۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزئی (صوبائی وزیر): میں وزیر تعلیم کے behalf پر تحریک پیش کرتا ہوں کہ بلوچستان یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی خضدار کے سینڈیکیٹ کے لیے مندرج ذیل اراکین اسمبلی کو منتخب کیا جائے۔

1۔ نواب ثناء اللہ خان زہری۔
2۔ سردار محمد اسلم بزنجو۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا تحریک منظور کی جائے؟

مولانا عبدالواسع (قاائد حزب اختلاف): جناب اسپیکر! پوائنٹ آف آرڈر اسکی وضاحت؟

قاائد ایوان: بلوچستان یونیورسٹی Act، اُس Act میں پہلے عوامی نمائندگوں کی نمائندگی نہیں تھی اس میں ہم نے عوامی نمائندگی دی ہے۔ جی ہاں! اُس کا سینڈیکیٹ جو ہوتا ہے Yes سینڈیکیٹ کی۔

قاائد حزب اختلاف: تو اس میں اپوزیشن کے ارکان کا کوئی نام نہیں ہے۔

قاائد ایوان: خضدار میں جو نمائندے تھے۔

قاائد حزب اختلاف: بہرحال اس میں اسی طرح ہوتا ہے کہ یونیورسٹی کے لیے جو۔

قاائد ایوان: اگر آپ ایک نام تجویز کرتے ہیں، ہم اُس کو بھی کر لیں گے۔

قاائد حزب اختلاف: جناب اسپیکر! میرے خیال میں چونکہ یہ اسمبلی سے بنتے ہیں تو اسیں اپوزیشن اور حکومت اور اسکے لیے پھر سیاسی جماعتوں کے نام اور بلوچستان کے تمام، تو میں سمجھتا ہوں کہ ۔۔۔۔۔

قاائد ایوان: جو آپ ترمیم لانا چاہتے ہیں آپ دے دیں، جس کا نام اگر آپ شامل کرنا چاہتے ہیں۔

قاائد حزب اختلاف: ٹھیک ہے یہ تو میں دے دوں گا۔

قائد ایوان: ٹھیک ہے، فی الحال یہ ہے۔

شیخ جعفر خان مندو خیل (وزیر مال، ایکسائز ڈیپیسشن، ٹرانسپورٹ): مولانا صاحب! خضدار کون جائیگا؟

قائد حزب اختلاف: جناب والا! خضدار ہمارا گھر ہے، خضدار میں ہم نے کئی پروگرامیں کیے ہیں۔

خضدار ہم جاسکتے ہیں ایسی بات نہیں ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر صاحب! یونیورسٹی ایکٹ میں سینڈیکیٹ کے لیے ممبر ان اسمبلی

صرف دو ہی ہیں۔ پھر دوبارہ آپ کوا ایکٹ میں ترمیم لانی ہو گی، اس طرح ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ہاں اسکے ایکٹ میں ہے کہ دو سے زیادہ نہیں ہوں گے۔

قائد حزب اختلاف: جناب! آپ اسکو دوبارہ پیش کریں۔

قائد ایوان: مولانا صاحب! آپ کی بات صحیح ہے اس میں آپ ترمیم پیش کریں اُس کو ہم پھر

لامیں گے ناں جو نوٹس ہے اس ایکٹ میں۔ فی الحال ایکٹ میں یہی گنجائش ہے کیونکہ پھر ہم number

بڑھائیں گے۔ تو پھر آپ کوا ایکٹ میں بہت سی چیزوں میں ترمیمیں لانی پڑیں گی۔ جیسے اُس نے کہا تو آپ اس

ایکٹ میں amendment۔ اگر اسکو منظور کریں اور مزید ترمیم کے لیے وہ نوٹس دے دیں، ہم اسکو

consider کریں گے۔

قائد حزب اختلاف: منظور ہو جاتی ہیں، لیکن اسیں ممبروں کی ترمیم تبدیلی کی ترمیم ہم لانا چاہتے ہیں کہ

اپوزیشن سے بھی اسیں ممبر ہو اور حکومت سے بھی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: صحیح ہے۔ تحریک منظور ہوئی۔ بلوچستان یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی خضدار

کے ایکٹ مجریہ 1994ء کی شق 20 کی ذیلی شق (1)(2) کے تحت سینڈیکیٹ کیلئے نواب شاہ اللہ زہری اور

سردار محمد اسلم بن نجوم منتخب کیا جاتا ہے۔ اگر اپوزیشن اسیں amendment لانا چاہتی ہے تو اسکو بھی زیر غور

لایا جائیگا۔

آغا سید لیاقت علی: جناب اسپیکر صاحب! جو تحریک منظور ہوئی ہے اسیں دو افراد کو شامل کیا گیا ہے۔ اگر

اپوزیشن اسیں کوئی اور amendment کرنا چاہتی ہے تو وہ fresh بل لے آئے اس تحریک میں اسکا

حصہ نہیں بنے گا یہ تحریک چونکہ آپ نے ہاؤس سے منظور کرائی ہے۔ تو ایوزیشن کو ہم بالکل دعوت دیتے ہیں اگر وہ

دوسرا بل لانا چاہتی ہے، ہم اسکو دیکھ کر کے support کریں گے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی۔ نواب محمد خان شاہوی، رحمت صالح بلوچ، صوبائی وزراء، محترمہ یامین بنی بی لہڑی اور

ڈاکٹر شعاع الحق صاحبہ، ارکان صوبائی اسمبلی میں سے کوئی ایک محرک اپنی مشترکہ قرارداد نمبر 12 پیش کریں۔

مشترکہ قرارداد نمبر 12

جناب رحمت صاحب بلوچ (وزیر صحت): یہ ایوان صوبائی حکومت سے مطالباً کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کرے کہ ایسوئی ایڈٹ پر لیس آف پاکستان (اے پی پی) جو کہ پاکستان کی ایک بڑی نیوز اجنسی ہے۔ جس کی مختلف زبانوں انگریزی، اردو، عربی، سندھی، پشتو، براہوئی اور سرائیکی میں اشاعت ہوتی ہے بلکہ تمام متعلقہ زبانوں کے افراد بھی بھرتی کئے گئے ہیں۔ صرف بلوچی زبان میں کوئی خبر شائع ہوتی ہے نہ اس کے لئے کوئی بلوچ بھرتی کیا گیا ہے جو کہ بہاں کے بلوچ عوام کے ساتھ سراسر زیادتی ہے۔ لہذا وفاقی حکومت اس نیوز اجنسی کو پابند کرے کہ وہ فوری طور پر بلوچی زبان میں بھی اپنی اشاعت کو لینی بنائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مشترکہ قرارداد نمبر 12 پیش ہوئی۔ کیا محرکین میں سے کوئی ایک اپنی مشترکہ قرارداد کی موزوںیت کے بارے میں فرمائیں گے۔

محترمہ یامین بنی بی لہڑی: بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ جیسے کہ میرے معزز رکن نے جو قرارداد پیش کی میرے خیال میں یہ بہت بھی اہم نوعیت کی قرارداد ہے۔ چونکہ اس ملک میں مختلف زبانیں بولنے والی قومیں ہیں اور حالیہ ہماری گورنمنٹ بھی زبانوں کے حوالے سے، انکی promotion اور مرتبہ و ترقی کے حوالے سے جو amendments لائی ہے جو بیل لائی ہے تو یہ اُسی کی ایک کڑی ہے۔ میرے خیال میں اسکو سمجھی گی سے لیا جائے اگر کسی زبان کی نمائندگی نہیں ہے چونکہ یہ دور میڈیا کا ہے اور بحیثیت ایک Federating Unit کے پورے پاکستان میں بلوچی بولنے والوں کی ایک کثیر تعداد موجود ہے۔ آپ سندھ کو لیں چاہے آپ پنجاب کو لیں یا بلوچستان کو تو یہ ایک اتنا huge population پر مشتمل قوم کی زبان اسمیں missing ہے اسکو consider کیا جائے اور فیڈرل گورنمنٹ کو پابند کیا جائے کہ وہ اس چیز کو دیکھ لے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا مشترکہ قرارداد نمبر 12 منظور کی جائے؟ قرارداد منظور ہوئی۔ جناب عبدالرحیم زیارت وال، صوبائی وزیر، سردار رضا بڑج، صوبائی مشیر تعلیم، آغا سید لیاقت علی، عبدالجید خان اچکزئی اور محترمہ سپوژمی اچکزئی صاحبہ، ارکین صوبائی اسمبلی میں سے کوئی ایک محرک اپنی مشترکہ قرارداد نمبر 14 پیش کریں۔

مشترکہ قرارداد نمبر 14

آغا سید لیاقت علی: بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ یہ ایوان صوبائی حکومت سے مطالباً کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت

سے رجوع کرے کہ صوبہ میں پانی کی نایابی کی صورتحال روز بروز خطرناک حد تک اب تھی ہوتی جا رہی ہے۔ جبکہ صوبہ میں سیلابی پانی کی مقدار 14.00 ملین ہیکٹر فٹ سے 16.00 ملین ہیکٹر فٹ تک سالانہ ہے۔ اور صوبہ میں اب تک پانی کو ذخیرہ کرنے کی صلاحیت صرف چند لاکھ ہیکٹر فٹ ہے۔ دوسری جانب وفاقی حکومت کے تعاون سے 100 چھوٹے ڈیزیکر تعمیر کا سلسلہ بھی فنڈر زکی عدم دستیابی کی وجہ سے تعطل کا شکار ہے۔ اور خدشہ ہے کہ کہیں اس رفتار سے جاری ڈیموں کی تعمیر پانی کی نایابی کو ختم کرنے کی بجائے اس میں اضافے کا سبب نہ بنے۔ اور اس طرح صوبہ کے اکثر علاقوں میں پانی نہ ہونے کی وجہ سے نقل مکانی کرنے پر مجبور نہ ہو جائیں۔ لہذا وفاقی حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ صوبے کے بارانی سیلابی پانی کو ذخیرہ کرنے کے لئے وافر مقدار میں فنڈر زمہیا کرے تاکہ سیلابی پانی کے ذخیرہ کو یقینی بنائے اور صوبہ کو نظر اندازی کے منفی تاثر کا ازالہ ممکن ہو سکے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مشترکہ قرارداد نمبر 14 پیش ہوئی۔ کیا محکمین میں سے کوئی ایک اپنی مشترکہ قرارداد کی موزوںیت کے بارے میں فرمائیں گے۔

آغا سید لیاقت علی: جناب اسپیکر! جیسا کہ آپ عالم ہے کہ بلوچستان ایک بارانی علاقہ ہے۔ بلوچستان کے اکثر علاقوں کی زراعت کا داروں مدار بارش کے پانی پر ہے۔ بدمتی سے گزشتہ بیس پچھس سالوں سے یہ صوبہ خشک سالی کی لپیٹ میں ہے۔ بارش کی اوسط شرح بہت کم ہوتی جا رہی ہے۔ اس سلسلے میں اگر تھوڑی بہت بارش ہوتی ہے تو وہ پانی بھی بہہ کر بیچے چلا جاتا ہے اس سے کوئی استفادہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس سلسلے میں ہم نے مختلف اوقات میں، مختلف حکومتوں کو، سابقہ حکومتوں کو، مرکزی حکومت کو، مختلف ذرائع سے یہ کوشش کی کہ یہاں چیک ڈیزی اور ڈیلمے ایکشن ڈیزی بنائے جائیں بڑے ڈیزی اگر نہیں تو یہ چھوٹے چھوٹے ڈیزیز زیادہ تعداد میں بنائے جائیں۔ جو پانی ہمارا اس وقت چودہ ملین ہیکٹر فٹ سے لیکر سوہنے ملین ہیکٹر فٹ تک ضائع جا رہا ہے موسم سرما اور موسم گراما میں۔ تو اس پانی کو زیادہ سے زیادہ مقدار میں ہمیں utilize کرنا چاہیے۔ ہمیں یہ پانی ڈیلے ایکشن اور ڈیم بڑے بڑے ڈیموں کے ذریعے reserviors بنانا چاہیے تاکہ یہ پانی زمین کے اندر چلا جائے اور underground water table اور پر آ سکے۔ جناب اسپیکر! میں آپکو بتاتا چلوں کے جغرافیائی لحاظ سے جتنا پانی زمین سے نکلا جاتا ہے تو زمین کی وہ pockets خالی ہوتی جاتی ہیں۔ اگر بارشوں کی یہی position رہی تو وہ وقت بہت قریب کا کہ جو خالی pockets ہیں یہ واپس ایک دوسرے سے مل جائیں گی پھر ہمیں زمین میں پانی storage کرنے کیلئے جگہ بھی دستیاب نہیں ہوگی۔ یعنی وہ قدرتی tanks جو زمین کے اندر

پانی store کرتے ہیں ختم ہو جائیں گے۔ تو اس سلسلے میں میری یہ گزارش ہے کہ وفاقی حکومت سے کہا جائے کہ بلوچستان میں جہاں جہاں بھی ضرورت ہو ڈیلے ایکشن ڈیز بنائے جائیں۔ water store کرنے کیلئے چھوٹے چھوٹے ڈیز بنائے جائیں تاکہ وہ خلا جو کہ تم suck کرتے ہیں پانی وہاں سے نکالتے ہیں وہ خلا ان ڈیموں کی وجہ سے پُر ہو سکیں تاکہ وہ قدرتی underground tanks جو tanks بنے ہوئے ہیں بندہ ہو جائیں۔ اس سلسلے میں جناب اسپیکر! وفاقی حکومت نے سوڈیمیز بنانے کی allocation کی تھی لیکن بدقتی سے ان میں سے بیس ڈیز تکمیل کے مراحل میں ہیں اور باقی 80 ڈیز ابھی تک اتنے زیر غور ہیں۔ اور انکے لئے کوئی allocations نہیں ہوئی ہے۔ تو میں اس ایوان کے ذریعے یہ قرارداد لانا چاہتا ہوں کہ یہ ایوان مہربانی کر کے وفاقی حکومت سے کہے کہ جو سوڈیلے ایکشن ڈیز یا جو چھوٹے ڈیز انہوں نے بنانے تھے ان کے لئے جلد سے جلد فنڈ زفراہم کیتے جائیں اور ان ڈیلے ایکشن ڈیموں کی جدھر جدھر نشاندہی ہوئی ہے وہاں یہ ڈیز تعمیر کیتے جائیں تاکہ مستقبل کے لئے پانی ذخیرہ ہو سکے۔ بڑی مہربانی جی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی مولانا عبدالواسع صاحب۔

مولانا عبدالواسع (قاائد حزب اختلاف): شکریہ۔ یہ مشترکہ قرارداد جود و ستون کی جانب سے آئی ہے ہم اسکی مکمل حمایت کرتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ جیسے کہ پچھلے دونوں یہاں اسمبلی میں بھلی اور گیس پربات ہوئی اور یہاں جو کمی محسوس ہوئی اور جو نقصانات ہو رہے ہیں اسی طرح ہماری زیریز میں پانی کی سطح نیچے جاری ہی ہے اسکے لیے rechargeing کی ضرورت ہے۔ ٹینکل ماہرین کی رپورٹ کے مطابق آنے والے وقت میں شاید ہمیں پینے کا پانی بھی نہ مل سکے ایگر یہ کچھ تو در کنار۔ جناب اسپیکر! اس سلسلے میں گزشتہ گورنمنٹ میں ہم نے اس پر کافی توجہ بھی دی اور وفاقی حکومت سے بھی اس پر اور کافی بڑے بڑے ڈیز جیسے کہ نولانگ ڈیم، منگول ڈیم اور نواب ادوزی ڈیم وغیرہ اس قسم کے ڈیز، کچھ پر کام شروع ہو گیا ہے اور کچھ کا افتتاح بھی ہو گیا ہے لیکن یہ بڑے ڈیز۔ اور سوچھوٹے ڈیز جن کا بھی جناب لیاقت صاحب نے ذکر کیا۔ تو اسی پر بھی وفاقی حکومت کے توسط سے ہم اتنے مشکور ہیں کہ انہوں نے ہمارے ان سوڈیموں کا منصوبہ منظور کرائے ان پر کام بھی کیا لیکن پھر بھی یہی جیسے کہ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ اتنے فنڈز allocate کرنے میں اور اسکو تیز کرنے میں مدد کی جائے تاکہ بلوچستان کا مسئلہ جلد از جلد حل ہو سکے۔ دو سوڈیموں کا ایک اور منصوبہ جو پر یزید نٹ صاحب کا کوئی پروگرام تھا۔ اسمبلی میری چیف منسٹر صاحب سے اور پی اینڈ ڈی کے منسٹر جو وہاں میٹنگوں میں جاتے ہیں یہاں اس پر زور دیں تاکہ وہ بھی اسمبلی شامل کر دیا جائے اور بلوچستان کا مسئلہ میں سمجھتا ہوں کہ جیسے کہ بھلی والا مسئلہ جو بحرانی

کیفیت اختیار کر گیا ہے، ابھی تو فوری طور پر بحران ہے۔ لیکن اگر ہمیں بھل بھی گئی اور اگر اللہ کی طرف سے مدد ہو بھی گئی جب زیرز میں پانی نہیں تو پھر کیا کریں گے؟ لہذا اسکی ہم کامل حمایت کرتے ہیں اور چیف منستر صاحب اس پر سنجیدگی سے وفاقی حکومت اور وہاں حکومتی ارکان سے مکمل رابطہ کریں تاکہ بلوچستان کا یہ مشکل مسئلہ جلد از جلد حل ہو جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مہربانی۔

جناب رحمت صالح بلوچ (وزیر صحت): میں محک تو نہیں لیکن کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اس قرارداد کی ہم حمایت کرتے ہیں لیکن اس ترمیم کے ساتھ جو کہ فیڈرل گورنمنٹ کی طرف سے کچھ ایسے ڈیزی بلوچستان میں سروے ہوئے ہیں میگا پروجیکٹس ہیں جن سے ہم energy crisis پر بھی قابو پاسکتے ہیں جس سے بھل بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ جس طرح مائل میں تک ڈیم جو ایک میگا پروجیکٹ ہے اور منگلا ڈیم کے برابر ہے۔ اگر اسکو بھی شامل کریں تو یہ بڑے ڈیزی کو جس طرح پالگدر تیکلور جو سد گو ڈیم ان کو بھی اگر بنایا جائے تو میرے خیال میں ان سے ہم energy crisis پر اچھا خاصا قابو پاسکتے ہیں اور بھل کی پیداوار بڑھ جائیگی۔ لہذا اس ترمیم کے ساتھ اس قرارداد کی ہم حمایت کرتے ہیں کہ اسکو پاس کیا جائے کہ بڑے ڈیموں کے جو سروے ہوئے ہیں اُنکے بنے ہوئے ہیں اُنکی تعمیر کیلئے جلد از جلد فنڈ زفرا ہم کیتے جائیں۔ estimate costs

ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ (قائد ایوان): جناب اسپیکر! جو قرارداد آج پیش ہوئی ہے یہ مناسب ہے، اسیں ترمیم کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن یہ ہے کہ ہم دونوں بڑے اور چھوٹے ڈیموں پر کام کر رہے ہیں اور یہ بلوچستان کا ایک بنیادی مسئلہ ہے۔ ایک چیز میں اپنے تمام ممبران سے ہم اس وقت واقعی crisis میں ہیں۔ اس وقت فیڈرل گورنمنٹ نے ایک loan announce کیا ہے جو 100 ارب کا ہے۔ اُس میں ہمارا حصہ 9 ارب روپے بتا ہے۔ اب میں اپنے تمام ممبران سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ اس اسکیم میں دلچسپی لیں۔ اور خاص طور پر solar پر اگر ہم جانا چاہتے ہیں اور ہر ممبر چالیس پچاس آدمیوں کے نام recommend کر لیں۔ اُسکا جو procedure ہے اُسکے مطابق ہم فیڈرل گورنمنٹ سے بھی بات کریں گے۔ کیونکہ بہت بڑی opportunity ہمیں ملی ہے۔ ہم فیڈرل گورنمنٹ سے 9 ارب روپے لے کے اور خاص طور پر اسکوا یکریکٹر سیکٹر یا مائینگ سیکٹر میں اگر لوگوں کو facilitate کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ ہماری طرف سے کوئی درخواست نہیں جائے اور وہ کل کہیں کہ جی آپ لوگوں نے تو apply ہی نہیں کی ہے۔ میں اپنے تمام معزز ارکین سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ اس اسکیم سے فائدہ اٹھائیں اور دلچسپی لے لیں۔ شکریہ جناب۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی مہربانی۔ جی ڈاکٹر شمع اسحاق صاحبہ۔

ڈاکٹر شعیاع بلوچ: جناب اسپیکر! جس طرح سیف اور پیاز کی فصل کو زیادہ پانی چاہیے جس سے واقعی پانی کا ضیاء ہو جاتا ہے اگر ہم زیتون کے درخت لگائیں پکھ علاقوں میں یہ بہت کامیاب رہے ہیں۔ اگر ہم قلعہ سیف اللہ اور خضردار میں زیتون کے درخت لگائیں تو میرے خیال میں یہ ہمارے لئے بہت فائدہ مندرجہ ہو گا کیونکہ اس کو پانی بہت کم چاہیے۔

جناب ڈی اسپلائر: جی ڈاکٹر حامد خان صاحب۔

ڈاکٹر حامد خان اچھزئی (وزیر مخصوصہ بندی و ترقیات) : بڑی مہربانی آپ کی کہ آپ نے اجازت دی۔
Honourable Leader of the House solar energy کی بات کی۔ ہمارے ڈسٹرکٹ میں یہ تین سو یا ساڑھے تین سو فٹ سے زیادہ پر ابھی تک prove نہیں ہوئی ہے کہ کارآمد ثابت ہوگی۔ کیونکہ یہ نئی شیخنا لوگی ہے ہمارے ہاں استعمال نہیں ہوئی ہے۔ ہمارے ہاں water level 500Ft to 700 Ft. اور قلعہ عبداللہ میں پشین میں 1000 فٹ تک۔ تو جہاں تک solar energy کی کارآمد ہے جس طرح لسلیمہ یا ایسے ڈسٹرکٹ جہاں water level 60Ft to 100Ft 200Ft ہے تو اسکا alternate جو solar پر نہیں جانا چاہتے ہیں ان کو اس مدد سے فنڈنگ کیتے جائیں تاکہ لوگ اس سے استفادہ کر سکیں۔

جناب ڈپٹی اسپلائر: جی ہاں یہ بھی ایک اچھی تجویز ہے کہ جہاں solar کام نہیں کرتا وہاں دوسرے ذرائع استعمال کئے جائیں۔

سُردار عبدالرحمن کھیتران: اپنے صاحب! اجازت ہے؟

جناب ڈیٹی اسپلیکر: جی سردار صاحب۔

سردار عبدالرحمن کھنیز ان: سب سے پہلے تو میں تھہ دل سے اپیکر صاحب کا شکرگزار ہوں کہ بحیثیت قیدی انہوں نے میرے production orders جاری کیئے ہیں اور آج میں اس ایوان میں موجود ہوں۔ اسکے ساتھ ساتھ میں چیف منسٹر بلوچستان چیف سیکرٹری اور خاص طور پر وزیر داخلہ صاحب کا بے حد منون ہوں کہ انہوں نے میری مدد کی اور کوئئی آنے تک مجھے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کیں۔ اور جو سلسلہ ہوا اُس میں انہوں نے میری ہر ممکن مدد کی۔ جناب اپیکر صاحب! اب میں اس قرارداد پر آؤں گا جو پیش کی گئی ہے میں اسکی مکمل حمایت کرتا ہوں اصل میں ہمارے علاقوں کا سب سے بڑا منسلکہ پینے کے پانی کا ہے۔ water level اتنا

نیچے چلا گیا ہے کہ اس وقت موجودہ حالات میں، پہلے تو Persian, Arabic طریقہ پاؤٹ، بدل یا گدھے سے پانی نکالا جاتا تھا اب water level اتنا نیچے چلا گیا ہے کہ وہ چیز ممکن نہیں رہی ہے اور اُپ سے بھلی کا بحر ان بھی ہے۔ میں آپ کو ایک چھوٹی سے مثال دیتا ہوں جناب اسپیکر! میں اپنے علاقے کا دورہ کر رہا تھا اُس وقت بہلکی بارش ہو رہی تھی میں ایک جھونپڑی میں بیٹھا تھا میری گاڑیوں ٹاٹروں کے نشانات میں پانی جمع ہوا اور میں نے جھونپڑی سے دیکھا تو ان نشانات میں جمع شدہ پانی عورتیں کٹوروں سے اٹھا کے مشکلزوں میں ڈال رہی تھیں تو یہ صورتحال ہے۔ اور مستقبل کی جو پیشگوئیاں کرتے ہیں کہ سب سے بڑی جنگ پانی پر ہو گی۔ مرکزی حکومت نے سو ڈیموں کا پروگرام دیا تھا ان میں ابھی تک میرے خیال میں کوئی بیس ڈیز لائیر ہوئے ہیں باقی کسی کا پینتیس پرسنٹ کسی کا نہیں۔ اور میری معلومات کے مطابق ان کے فنڈ زد ایک سال سے رُکے ہوئے ہیں۔ میرے علاقے میں ایک ڈیم بن رہا ہے اُسکا کام تقریباً رُکا ہوا ہے کہتے ہیں کہ فنڈ زنہیں ہیں۔ جیسا کہ M.C صاحب نے فرمایا کہ solar system بھلی کا بحر ان ہے ہمارے علاقوں میں solar system وہاں پنجاب کا موسم ہے نہ کوئی کا بلکہ وہاں بارہ چودہ گھنٹے آپ کو دھوپ ملتی ہے تو ہم appreciate کریں گے کہ اگر سی ایم صاحب مرکزی لیول پر اسکو take-up کریں اور جیسا کہ فرمایا کہ ہم پچاس پچاس سال ساٹھ cases دیں گے اس پر pursue تو انہوں نے کرنا ہے مُردہ بدست زندہ۔ ہماری approach اور شناوائی شاید وہاں اتنی نہ ہو جتنی کہ بحیثیت قائد ایوان انکی ہو گی۔ ایک چیز جو ہمارے علاقے میں پانی کو نقصان دے رہی ہے وہ ایک درخت ہے جس سے ماچس کی تیلیاں بنتی ہیں جسے سفیدہ کہتے ہیں شاید اس طرح کا نام ہے، وہ water level کا اتنا نقصان کرتا ہے کہ پورے ایریے کو۔۔۔۔۔

میر سرفراز احمد گلشی (وزیر داغلہ): جناب اسپیکر! شاید صحافی احتجاجاً وَاك آؤٹ کر رہے ہیں آپ کچھ لوگوں کو بھیجیں کہ وہ ان سے جا کے بات کر لیں کارروائی میں انکی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی ایکسپریس نیوز والوں کا واقعہ ہوا ہے۔

سردار عبدالرحمن کھیڑان: ایکسپریس نیوز والوں کے تین بندے مار دیئے گئے ہیں میں اپنے دوستوں کی توجہ اس طرف دلاتا ہوں اور حزب اختلاف کی جانب سے اسکی پر زور مذمت کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ خاص کر صحافی برادری اس معاشرے میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے تو یہ target killings باقی تو سمجھ میں آتا ہے کہ مختلف sectarians ہیں یا کسی اور طریقے سے۔

قائد ایوان: سردار صاحب! میں ایک منٹ لوں گا۔

سردار عبدالرحمن کھیتران: جی. please, please.

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی. قائد ایوان صاحب۔

قائد ایوان: اسپیکر صاحب! میں سمجھتا ہوں کہ جو ہمارے سینئر لوگ ہیں جن میں ڈاکٹر صاحب، جعفر خان، نواب صاحب اور دیگر منسٹر ز صاحبان ہیں، آپ لوگ جا کے صحافیوں سے ملیں اور مولانا عبدالواسع صاحب اپوزیشن لیڈر کے حوالے سے ذرا بات کر لیں کہ جو بھی انکی demand ہو گی اس کو ہم کارروائی کا حصہ بنادیں گے۔ مہربانی جی۔

سردار عبدالرحمن کھیتران: جیسا کہ C.M. صاحب نے کہا کہ جو انکی demand ہو گی یہ بہت اچھی بات ہے ہم اُنکے اس احتجاج کی مکمل حمایت کرتے ہیں اور ہر level پر اُنکے ساتھ ہیں جی۔ اسپیکر صاحب! ایک اور چھوٹی سی گزارش ہے جہاں تک ان ڈیموں کا تعلق ہے۔ block allocation میں ہمارے پاس بھی اس بجٹ میں چھوٹے ڈیزیز کی تغیری کے سلسلے میں کچھ رقم مختص کی گئی ہے تو میں سفارش کرتا ہوں قائد ایوان سے کہ وہ ایگلیشن کے مکمل کی ایک کمیٹی بنادیں جو مختلف اضلاع کا دورہ کرے اور جہاں بے حد ضروری ہو یہ وہاں پر چیک ڈیزیز کی صورت میں یا استورچ وغیرہ جس طریقے سے وہ بہتر سمجھے گی وہ کمیٹی جا کے سروے کرے اور اس کے بعد allocations کی جائیں تو یہ بلوچستان کے غریب عوام suggestions کیلئے بڑا تخفہ ہو گا شکریہ جی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مہربانی سردار صاحب۔ جی یا سمین بی بی لہڑی صاحبہ!

محترمہ یا سمین بی بی لہڑی: جناب اسپیکر! ایک زاویے کا میں ذکر کروں کہ جو point اور اسکا جو دوسرا dimension ہے اُس دن ایگلیشن والوں کی بریفنگ میں میں بیٹھی ہوئی تھی تو بات یہ ہو رہی تھی کہ یہاں پانی کا بھرنا نہیں صرف یہ مسئلہ ہے کہ اُسکو ہم کس طرح سے manage کریں۔ restore کرنے کا کوئی طریقے کاریا mechanism موجود نہیں ہے۔ تو میں سمجھتی ہوں کہ بلوچستان میں water table کا کوئی خطرناک حد تک low ہا جا رہا ہے نہ صرف یہ کہ پینے کے پانی کا بلکہ ایگلیشن اور ایگر لیکچر کیلئے بھی پانی کم ہوتا جا رہا ہے۔ یہ بہت ہی اہم نوعیت کی قرارداد ہے اور پچھلا اگر ہم دیکھ لیں کہ بلوچستان میں جو flood reasons آئے ہیں چاہے وہ 2007 ہے 2009 ہے 2010 ہے یا 2011 ہے اُسکی جو بنیادی reasons ہیں وہ یہی ہے کہ ہم نے پانی کو صحیح طور پر manage نہیں کیا اُسکو صحیح طور پر ہم نے استعمال نہیں کیا ہے۔ اگر اس قرارداد پر عملدرآمد ہوتا ہے اور فیڈرل گورنمنٹ اسکو serious لیتی ہے۔ اُس سے ہر

سال جو human losses کی صورت میں تو اُس سے بھی بچا جاسکتا ہے۔ ان فراستر کچھ بھی ہمارا تباہ ہوتا ہے اُسکے بد لے میں ہمیں لوگوں علاقوں کو دوبارہ rehabilitate کرنے کے لئے double- tripple resources چاہیے ہوتے ہیں، اُس سے بھی بچا جاسکتا ہے مہربانی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی مہربانی۔ جی میر خالد صاحب۔

میر خالد لاگو (مشیر برائے وزیر اعلیٰ حکومت خزانہ): جناب اسپیکر! ظاہر ہے سیلابی پانی کو store کرنے کیلئے ہمارے پاس گنجائش بہت کم ہے جس سے ہم خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھا رہے ہیں۔ میری ایک تجویز ہے کہ منٹر پی اینڈ ڈی صاحب ابھی چلے گئے ہیں۔ جناب اسپیکر! ترکی نے ایک پروگرام شروع کیا ہے 1000 dams in 1000 days. ایریکیشن ڈیپارٹمنٹ کو اس پر ایک منصوبہ بنانا چاہیے یہ ایک serious issue ہے۔ بلوچستان میں اگر ڈیزیز بنائیں اور ہم اس پانی کو ذخیرہ کریں تو میرے خیال میں ہمارے آدھے سے زیادہ مسائل اور مشکلات جو زمینداروں کے حوالے سے ہیں حل ہو جائیں گی، واقعی water table، بہت نیچے جا رہا ہے اور آئندہ ہمیں پینے کا پانی بھی میر نہیں ہوگا۔ تو اس پر میرے خیال میں ایک تجویز working-paper تیار کریں تاکہ اس سے صوبائی حکومت کے حوالے سے جتنا ہم اس پر عملدرآمد کر سکتے ہیں اور وفاقی حکومت سے بھی بات کر کے اس چیز کو آگے بڑھائیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی اچھی تجویز ہے۔

جناب پینڈری مسح بلوچ: Thank you Speaker Sahib ہمارے معزز دوست جو قرارداد لائے ہیں میں سمجھتا ہوں یہ عوامی نواعت کی قرارداد ہے اس میں جو بلوچستان میں پانی کی صورتحال ہے جو یہاں ڈیزیز کی صورتحال ہے اس پر بات کی گئی۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جہاں پانی ہوگا وہاں انسانی بقا ہوگی وہاں تمام کائنات کا جو circle ہے وہ بقا کریگا۔ بلوچستان میں جو پانی کی صورتحال ہے مختلف اضلاع میں اسکا ratio مختلف ہے۔ کہیں تین سوفٹ پر کہیں چار سوفٹ پر ہے اور بتدریج زیریز میں اس کی سطح روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے۔ اور دوسری طرف ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جہاں بیشتر ٹیوب ویلیں لگی ہوئی ہیں وہاں water table مزید low ہوتا جا رہا ہے اور نیچے سے جو پانی suck ہو رہا ہے وہ ہماری آنے والی نسلوں کا حصہ ہے وہ ہم استعمال کر رہے ہیں۔ آنے والے وقت میں ہماری جو نسلیں ہیں شاید انکو پینے کیلئے پانی میسر نہ ہو۔ تو اسکیمیں یہ بہت ضروری ہے کہ ہر ڈسٹرکٹ کی سطح پر حکومتی سطح پر سروے ٹیمیں مقرر کی جائیں اور وہ وہاں Stakeholders

ہیں وہاں کی پلٹیکل پارٹیز سے سول سو سائٹی کے جو لوگ ہیں انکو on board لے کر کے ہر ڈسٹرکٹ میں اپنا وہ سروے کر لیں اور وہاں جگہ nominate کر کے پانی کے ڈیمز بنائے جائیں۔ پانی کا جو impact ہے وہاں کی لوکل آبادی اسکو drinking and agriculture کیلئے استعمال میں لائے یہ بہت اہمیت کی حامل ہے۔ دوسری طرف ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ برسات کا پانی، بلوچستان کے بہت سے اضلاع جہاں پانی کی روک تھام، استعمال کیلئے کسی قسم کی منصوبہ بندی ہمیں نظر نہیں آتی۔ جب برسات کا موسم آتا ہے یہاں مون سون کی باڑشیں ہوتی ہیں تو بلوچستان میں ایک نئی قیامت برپا ہوتی ہے گاؤں کے گاؤں کے گاؤں ویران ہو جاتے ہیں فصلیں زرعی زمینیں تباہ ہو جاتی ہیں مواصلات کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ جدید دور کے تقاضوں کو منظر رکھتے ہوئے ہمیں اس کے لئے منصوبہ بندی کرنی چاہیئے۔ ہم جدید ایکوپیشن کی باتیں کرتے ہیں تو اس کے لئے ہمارے پاس ایک جامع منصوبہ بندی بھی ہونی چاہیئے کہ ایک طرف flood کی صورت میں جو ہمیں affect کرتا ہے جو علاقے ہیں ان کی بات کریں اور منصوبہ بندی کریں۔ دوسری طرف ہم اپنی ایگر لیکچرل، drinking sectors کو ensure کرنے کیلئے پلانگ کریں۔ C.M صاحب اور معزز وزر اصاحبان بیٹھے ہوئے ہیں میں ایک تجویز دیتا ہوں کہ فوری طور پر تمام اضلاع کی سطح پر ایسی سروے ٹیکمیں تقسیمیں دیں جو وہاں جا کے جناب اپنی اور اپنی report آسیبلی میں پیش کریں کہ بلوچستان کے وہ کون سے ایسے اضلاع data collect کیا گیا ہے کہ جہاں ڈیم کی اشد ضرورت ہے اور جہاں موئی تغیری کی وجہ سے سیلانی ریلے کا focus خطرہ رہتا ہے اُن کیلئے منصوبہ بندی کی جائے۔ Thank you Sir.

جناب ڈپٹی اسپیکر: مہربانی۔ عبید اللہ بابت صاحب۔

جناب عبید اللہ جان بابت (مشیر برائے وزیر اعلیٰ محکمہ امور حیوانات): شکریہ اسپیکر صاحب۔
 جناب ایکیشن اور ڈیمز کے حوالے سے جو قرارداد آئی ہے یہ حقیقت ہے جیسے ساختیوں نے کہا ہمارا لاکھوں کیوسک پانی ضائع ہو جاتا ہے۔ سیلانی پانی جوناڑی سے گزرتا ہے دو تین سال پہلے بی بی سی میں یہ خبر آئی تھی کہ تقریباً daily نوے ہزار کیوسک پانی وہاں سے گزر رہا ہے اور ہمارے علاقوں میں مون سون کے موسم میں بارشوں کا پانی بہت ضائع ہوتا ہے۔ وہاں جو سیہن ندی ہے جب میں چھوٹا تھا اس وقت واپڈاوالے لگے تھے انہوں نے اس کی feasibility بھی بنائی تھی آج تک اُس پر کوئی ڈیم نہیں بنایا ہے جو بجلی بھی پیدا کر سکتا تھا اسکے علاوہ ہمارے لوار الائی میں علمبار وہاں بھی ایک بہت بڑا ڈیم بن سکتا ہے جس سے بجلی بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ ایک تو ہمارا یہ مسئلہ ہے کہ ہماری حکومتیں اصل میں ہم اپنی تمام انرجی feasibility پر صرف کرتے ہیں۔ تو

بناتے بناتے پھر وہ ایسے صائم ہو جاتے ہیں۔ ابھی ایک ایریگیشن ہے ہم لوگوں کو یہ معلوم نہیں ہے اس کے اندر پھر projects ہیں۔ ابھی یہ dams 100 کیلئے وہاں ہمارے ایریگیشن ڈیپارٹمنٹ کی تمام مشینریاں خراب ہیں۔ ہمیں ایک دن اس پر بریفنگ دیں کہ آپ لوگ ایک ڈیپارٹمنٹ میں دو تین ڈیپارٹمنٹس کیوں بناتے ہیں؟ وہی انجینئرز بیکار بیٹھے ہیں لورالائی میں پورا ایک سسٹم ہے یہاں کوئی میں ڈیبوں کے لئے ایک دوسرا اتحاری بی ہوئی ہے اور وہاں ہمارے ایکسین، ایس ڈی او اور اور سیئرز، تمام عملہ بیکار بیٹھا ہوا ہے۔ میں وزیر اعلیٰ صاحب سے گزارش کروں گا، ہماری نیشنل ہائی وے ہے یا جو دوسرے ہیں انکے پاس ایک ٹریکٹر بھی نہیں ہے اور یہ لوگ پورے صوبے میں روڑ زبھی بنارہے ہیں۔ ہمیں معلوم نہیں یہاں ہمارے B&R کا حکم ہے یا ہمارے یہاں ایریگیشن ہے ہمیں آئے دن نئے نئے تجربے نہیں کرنے چاہئیں۔ ابھی یہ 100 ہیں انکا بہت بڑا affect ہوا ہے۔ حقیقت میں میرے اپنے علاقے ضلع لورالائی میں ڈیم کے حوالے سے جو یہاں ڈاکٹر صاحب نے ایک تجویز دی کہ وفاقی حکومت سے 9 ارب روپے ہمیں solar کے لئے دے رہے ہیں۔ ہمارے علاقے میں یہ سسٹم بالکل کامیاب ہے۔ یہ چاہے قرضہ ہے یا جو بھی ہے۔ بہر حال اس solar کا کہتے ہیں کہ 110,120 گز سے یہ پانی نکال سکتا ہے۔ تو یہ بہت اچھا ہے بلکل کی تو اس وقت یہ حالت ہے۔ اگر بلکل نہ ہو اور آپ ڈیم بنائیں گے تو پانی کس چیز سے نکالیں گے؟ میری گزارش ہے کہ سیلابی پانی کے نقصانات سے بچنے کے لئے ڈیم بنانا بہت ضروری ہے میں اسکی مکمل حمایت کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسمبلیکر: صاحب! بابت لالا کی تجویز بہت زبردست ہے اسکو زیر غور لاے میں اور دوسرا پروجیکٹ کا بھی دیکھیں اُنہوں نے کہا کہ یہ نہیں ہونا چاہیے ڈائریکٹ ڈیپارٹمنٹ deal کرے۔ بادینی صاحب محکیں کو بولنے دیں پھر آپکی باری ہے۔ جی سمزسپوژمنی صاحبہ۔

سمزسپوژمنی اچکنی: شکر یہ جناب اسپیکر! جناب اسپیکر! یہ قرارداد بہت اہمیت کی حامل ہے۔ جس طرح تمام ساتھیوں نے اس پر بات کی اور تفصیلًا اپنی تجاویز بھی دیں۔ اس کے متعلق میں یہ کہوں گی جناب اسپیکر! پانی کا آج کا مسئلہ نہیں یہ تقریباً 25 یا 30 سال پہلے کی بات ہے کہ انٹرنیشنل آرگانائزیشن نے اس صوبے کے عوام کو متنبہ کیا تھا اور ایک طرح کی وارننگ دی تھی کہ اس صوبے کے لوگ پانی کی قلت اور drought کی وجہ سے نقل مکانی کر کے جائیں گے۔ لیکن بد قسمتی سے حکمرانوں نے اس پر غور نہیں کیا اور اسکو serious نہیں لیا اور بات آج یہاں تک پہنچ چکی ہے۔ تو جناب اسپیکر! ہماری پارٹی نے مختلف ادوار میں مختلف فورمز میں یہ مسئلہ اٹھایا ہے اور اس پر کافی زور دیا ہے۔ جس طرح ہمارے سابق مرحوم منستر عبدالحمید خان اچکنی نے اپنے دورِ وزارت

میں یہ مسئلہ ہنگامی طور پر اٹھایا تھا اور صدر فاروق لغاری سے خصوصی درخواست کی تھی اور تقریباً سو کے قریب ڈیز منظور کروائے تھے جو آج تک کسی نہ کسی طرح سے تعطیل کا شکار ہیں۔ جناب اسپیکر! میری آپ کے توسط سے اور اس ایوان کے توسط سے وزیر اعلیٰ صاحب سے یہ درخواست ہے کہ وہ ہنگامی اور ترجیحی بنیادوں پر اس مسئلے کو وفاق کے سامنے پیش کریں تاکہ اس مسئلے سے اس صوبے کے عوام کو چھٹکارا ہو۔ شکر یہ جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی مہربانی۔ بابت لالا! اسمبلی کے وقار کا بھی خیال رکھیں۔

حاجی غلام دشکیر بادینی: جناب اسپیکر صاحب! ڈیز کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب کو میری تجویز ہے۔ میرے خیال میں ہمارے 14-2013 کے بجٹ میں PHE کے حوالے سے پتا چلا کہ وہ ہر ڈسٹرکٹ میں ڈیز بنائیگا۔ drinking water لوگوں کو صاف پانی فراہم کیا جائیگا۔ میری ڈاکٹر صاحب کو یہ تجویز ہے جیسے PHE والوں نے ہر ڈسٹرکٹ میں یہ سلسلہ شروع کیا ہوا ہے کہ دو چار ڈیز ہر علاقے میں بنائیں گے شہروں یا دیہاتوں میں لوگوں کو پانی فراہم کریں گے۔ ڈیز کے حوالے سے جو 9 ارب کی بات ہوئی اُس سے ہم فائدہ لے سکتے ہیں اور پانی بھی پی سکتے ہیں۔ اگر شہروں کو ڈیم سے connect کیا جائے تو میں کہتا ہوں جو بجلی کا بحران ہے ڈسٹرکٹ نوٹکی میں ایک گھنٹہ بجلی ہوتی ہے۔ میرے خیال میں ٹولی باہر کا یہی حال ہے۔ میری رائے ہے، تجویز ہے کہ اسی طرح کوئی پروجیکٹ شروع کیا جائے جس سے لوگوں کو پینے کا پانی میسر ہو جائے اُسی پاپ لائن کو شہروں تک لاایا جائے۔ ابھی حالت یہ ہے میرے خیال میں لوگوں کو پینے اور خوش کیلئے بھی پانی دستیاب نہیں ہے۔ تو کوئی ایسا سسٹم، کوئی ایسا طریقہ، میرے خیال میں ڈیم ایک، ڈیز کروڑ تک اتنا limit نہیں تھا اگر ہم ایسے ڈیز بناتے بھی، چھوٹے ڈیم سے ہم اپنے علاقے کو زیادہ فائدہ نہیں دے سکتے لاکھوں ایکڑز میں کو ہم فائدہ نہیں دے سکتے۔ تو میری گزارش یہ ہے کہ PHE والوں نے جو پروگرام شروع کیا ہے بلکہ میرے نوٹکی میں 6 کروڑ، انہوں نے ٹینڈر بھی کیا تھا لیکن پتا نہیں وہ فنڈز کی دستیابی نہیں تھی یا انکے پاس فنڈ نہیں تھے۔ اگر اس طرح کیا جائے تو لوگوں کو فائدہ مل سکتا ہے اُس سے لوگ پانی بھی پی سکتے ہیں اُس سے لاکھوں ایکڑ ز میں آباد ہو سکتی ہے۔ water level خطرناک حد تک گرچکا ہے میں کوئی کی مثال دونگا۔ ہزار فٹ تک پانی نیچ گیا ہے۔ کوئی ایسا سلسلہ شروع کیا جائے جس سے لوگوں کو پانی مل سکے۔ تاکہ اُس سے لوگ فائدہ بھی اٹھائیں۔ مہربانی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی محترمہ حسن بانو صاحبہ۔

محترمہ حسن بانو خشائی: جناب اسپیکر! میں اپنے colleague سے پورا اتفاق کرتی ہوں کہ جو پانی کا سسٹم

ہے وہ بالخصوص زمینداری کیلئے تو بہت ہی مناسب اور اچھا ہے لیکن گھروں کیلئے جو انہوں نے بات کی یہ ہمارے لئے اہمیت کی حامل ہے۔ اس وقت دیکھا جائے، آپ ضلع چانگی کو یا کوئٹہ کو لے لیں پانی کا ایک مینکر ہمیں اس وقت سترہ اٹھارہ سورو پے میں ملتا ہے۔ لوگوں کو اپنے گھروں میں پانی ذخیرہ کرنے کیلئے بہت سے مسئلے مسائل ہوتے ہیں۔ یہ پروجیکٹ محض، اب بلوچستان اسمبلی کا یہ عالم ہے کہ جب ہم گھر جا کے نیوزدیکھتے ہیں کہ بھتی ہمارے بلوچستان اسمبلی کی کارروائی ہوئی ہے ہم اسکو تفصیلاً دیکھنا چاہتے ہیں۔ صرف ہمیں ایک ہی جملہ سُننے کو ملتا ہے کہ بلوچستان اسمبلی اسکے بعد بلوچستان اسمبلی سکرین سے غالب ہو جاتی ہے۔ اسکے برعکس پنجاب اسمبلی یا سندھ اسمبلی کے یہاں تک کہ انکی شعرو شاعری کو بھی جس تفصیل سے دکھائے جاتے ہیں وہ ایک الگ بات ہے۔ یہاں اسی بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے ہماری قراردادوں کو جو ہم گھنٹوں گھنٹوں یہاں اسی قرارداد پر ہم بحث کر رہے ہیں بات کر رہے ہیں لیکن اسکو منظور ہونے کیلئے اسکو پا یہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے کیا ہم کامیاب ہو سکتے ہیں؟ یہ قرارداد جو اس وقت ہمارے سامنے ہے اگر یہ کامیاب ہو کے آگئی تو ہم سمجھیں گے کہ وفاق والے ہماری تجویز کو مانتے ہیں اور وہ ہمارے حقوق ہمیں دے سکتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب سے میں یہی کہتی ہوں یہ قرارداد بھی اگر منظور ہوئی اور آپ آکے یہاں ہمیں بتائیں کہ بھتی! یہ ہو گیا ہے۔ ہم نے تو یہاں تک بھی سنائے کہ ہماری جتنی بھی قراردادیں منظور ہوتی ہیں وہ وہاں dustbin کی نظر ہو جاتی ہیں۔ ہم یہاں گھنٹوں گھنٹوں بحث کرتے ہیں لیکن وفاق سے جو بھی ہمارے مسئلے مسائل ہوتے ہیں آج تک ندارد ہی ہوئی ہے۔ آگے اگر ان مسئلے کو دیکھا جائے ڈاکٹر صاحب انتہائی جذبے کے ساتھ آئے ہیں کہ عوامی خدمت کریں گے۔ تو اس حساب سے یقیناً وہ پوری کوشش کریں گے۔ ہم ہر اپوزیشن میں عوامی کام کیلئے آپ کے ساتھ ہیں اور ہر قسم کے تعاون کیلئے تیار ہیں بشرطیکہ کاغذی کارروائیاں نہ ہوں بلکہ زمینی کارروائی ہو گئی ہو اور اسیں ہمیں نظر بھی آئے کہ کوئی کام ہو رہا ہے۔

Thank you very much .

جناب ڈپٹی اسپیکر: مہربانی۔ The House welcomes His-Highness Abdul Hadi

from Qatar in Balochistan Assembly.

میر سرفراز احمد گھٹی (وزیر داغلہ): جناب اسپیکر! آپ کی اجازت سے اور Leader of the House کی ہدایت پر ہم لوگ گئے اور اپنی صحافی برادری کے ساتھ ملاقات کی۔ جس میں نواب محمد خان شاہ بوانی صاحب، ڈاکٹر حامد خان اچھڑی صاحب، اپوزیشن سے مولانا عبدالعزیز صاحب، جعفر خان مندوخیل صاحب۔ کل کراچی میں ایک دہشتگردانہ واقعہ پیش آیا جس میں ایکسپریس نیوز کے ایک وین پر حملہ کیا گیا ہے جس میں تین معصوم

شہریوں اور صحافی برادری کے لوگوں کو قتل کیا گیا ہے۔ تو ہم بھی بحیثیت بلوچستان اسمبلی کے اُس احتجاج میں شال ہوئے ہیں اور انکے مطالبات اور انکی جو نہاد تھی اُس کا ہم حصہ بننے، جو انکا مطالبہ تھا کہ فیڈرل گورنمنٹ سے ایک جوڈیشل کمیشن بنایا جائے، جس کا بھی میں اس ایوان کے توسط سے انکو یقین دلاتا ہوں کہ ہم اسکی حمایت کرتے ہیں جہاں جہاں بھی صحافی برادری target ہوتی ہے، انکی حفاظت کیلئے جو جو اقدامات ممکن ہیں ہم انکو اٹھانے کیلئے تیار ہیں۔ اور اس level پر بھی اس مسئلے میں ہم اپنی صحافی برادری کے ساتھ ہیں۔ تو انہوں نے اپنا احتجاج ختم کیا اُس کیلئے ہم اُنکے شکرگزار ہیں۔ اب وہ اسمبلی کی کارروائی کا حصہ ہیں۔ شکریہ۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے)

شیخ جعفر خان مندو خیل (وزیر مال، ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن و ٹرانسپورٹ): جناب اسپیکر! صحافی برادری کا ایک مطالبہ تھا، سرفراز گٹھی صاحب نے شاید پہلے ذکر کیا کہ اسکو بلوچستان اسمبلی اگر قرارداد کی شکل دے۔ یہ کراچی کا واقعہ اسکے علاوہ ملک بھر میں صحافیوں کے ساتھ واقعات ہوتے رہے ہیں۔ اور اسپیشلی یہ کراچی کا جوکل واقعہ ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسکو اگر قرارداد کی شکل دے دیں تو بہتر ہو گا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اس کیلئے اگلے سیشن میں قرارداد لائیں گے۔ یہ ہے کہ written میں قرارداد آسکتی ہے اُس کیلئے اگلے اجلاس میں آپ لاسکتے ہیں otherwise اس اجلاس کے دوران آپ written میں کیسے لائیں گے rules کے مطابق آپ نہیں لاسکتے۔

وزیر مال، ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن و ٹرانسپورٹ: جناب اسپیکر! اس ایوان میں ہم پہلے بھی ہوتے تھے ایسی چیزیں جو قومی اہمیت کی حامل آتی تھیں ان کو قرارداد کی شکل دے کر پاس کرتے تھے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: میرے خیال میں اگلی کارروائی جو 23 تاریخ کو ہے، باقی میرے خیال میں سارے واپس پہنچ جائیں گے۔

وزیر مال، ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن و ٹرانسپورٹ: جناب اسپیکر! ہاں بس ٹھیک ہے۔

جناب رحمت صالح بلوچ (وزیر صحت): جناب اسپیکر! آج کی کارروائی کے حوالے سے ہم تمام پارٹیاں اپنی views اپنی پالیسی دیں گی اُسکے بعد قرارداد لائیں گی۔ اُسکی نہاد کریں گے لیکن آپ ہمیں allow کریں ہم بھی کچھ، جو صحافی برادری پر یہ ظلم و زیادتی ہو رہی ہے۔ صحافی آئے ہوئے ہیں، اُنکے نمائندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں اپنی پارٹی کی طرف سے بلکہ اس ایوان کے توسط سے اس گھناؤ نے عمل کی نہاد کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اس قرارداد کو پہلے منظور کرتے ہیں اُسکے بعد۔

قائد ایوان: اپنیکر صاحب! اس قرارداد کو نشا لو، پھر پاؤنٹ آف آرڈر پر تمام پارٹیوں کی views لے لو۔ اور جو اسکی مذمت کی ہے اور اسکے بعد rules ہمیں allow کر لیتے ہیں، next session میں ہم اسکی باقاعدہ تحریک لاتے ہیں۔ تو اس قرارداد کو تو پہلے final کرونا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ہاں بالکل، پہلے اسی کو میرے خیال میں final کرتے ہیں۔ آیا مشترکہ قرارداد نمبر 14 منظور کی جائے؟ مشترکہ قرارداد نمبر 14 منظور ہوئی۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے) CM صاحب! ہمارے بلوچستان کے میگا پروجیکٹس میں بہت سارے ڈیزیز ہیں جو کہ پانچ سال سے فیڈرل PSDP میں reflect ہیں۔ لیکن وہ انکونڈز نہیں دیتے ہیں۔ تو kindly اسکو بھی آپ take-up کر لیں اور اسکو دیکھیں کہ وہ فوری طور پر اس پر کام کریں، جس میں وندرڈیم ہے اور میرے خیال میں سات میگا پروجیکٹس ہیں جو سات سال سے reflect ہو رہے ہیں اور ان کے لئے نند زنیں دے رہے ہیں۔

قائد ایوان: اس پر میں تھوڑا سا ایوان کو اعتماد لیتے ہوئے کہوں کہ جب یہ بجٹ بن رہا تھا تو ہمارا بجٹ پہلے بنا ہوا تھا۔ میں اور رجیم زیارت وال صاحب گئے تھے تو ہم نے کہا کہ جی اس پر ہمیں بہت observations ہیں۔ تو ہمارا پہلا observation یہی تھا کہ جی! آپ لوگوں نے جو پیسے 45 billion rupees رکھے ہیں یہ بہت کم ہیں۔ لیکن پھر ہم نے اُس سے کہا کہ آپ ہمیں یہ حق دے دیں کچھ چیزوں کو ہم appropriate کر لیں۔ جس طریقے سے آپ لوگ فنڈ زدے رہے ہیں یہ پروجیکٹs complete نہیں ہوں گے۔ پھر ان لوگوں نے ہم سے اتفاق کیا۔ لیکن اپنیکر صاحب! پہلے یہ ہوتا تھا کہ فنڈ زرکھتے تھے 50 ارب اور دیتے تھے 9 ارب۔ ہم اسکو monitor کر رہے ہیں کل اور پرسوں میں نے اور ڈاکٹر صاحب نے PSDP پر وہ کیا۔ اس وقت 12 ارب فیڈرل گورنمنٹ نے release target کئے ہیں اور ہمارا پیتنا لیس ارب ہے۔ تو یہ اب ہم جا کر انکے ساتھ exercise کریں گے۔ لیکن اس وقت ان لوگوں نے پھر ہمیں کہا ”کہ اس دفعہ آپ کیلئے دو ڈیزیز ہم ڈال دیں گے“، ایک جملہ مگری سے دوسرا ہم نے ثواب سے لیا ہے۔ تو ہم کوشش کر رہے ہیں کہ اس issue پر ہم تھوڑا سا زیادہ اُن سے، کیونکہ ہمارے لئے جو meager allocation ہے جب تک بلوچستان میں پانی کا مسئلہ ہم حل نہیں کریں گے، مجھے یاد ہے، حمید خان کا، جب اُس زمانے میں وہ یہ بات کرتا تھا تو ہماری سمجھ میں بالکل نہیں آتا تھا۔ اُس نے کہا کہ جی! میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ ہم لوگ جو migration کر رہے ہیں۔ کیونکہ اُنکا irrigation vision تھا میں اُسکا تجربہ تھا تو میں سمجھتا

ہوں کہ اس گورنمنٹ کو، کہ جو پانی کا wastage ہو رہا ہے، اُس پر مکمل concentrate کرنے کی ضرورت ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی مہربانی۔ وزیر خزانہ قومی مالیاتی کمیشن کی دوسری خمنی سالانہ مانیٹر گر رپورٹ جنوری تا جون 2012ء ایوان میں پیش کریں۔

میر خالد لاغو (مشیر برائے وزیر اعلیٰ ملکہ خزانہ): ڈسمبر اللہ الرحمن الرحيم۔ میں وزیر خزانہ قومی مالیاتی کمیشن کی دوسری خمنی سالانہ مانیٹر گر رپورٹ جنوری تا جون 2012ء کو ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: قومی مالیاتی کمیشن کی دوسری خمنی سالانہ مانیٹر گر رپورٹ جنوری تا جون 2012ء ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ امن و امان پر عام بحث۔

جناب رحمت صالح بلوچ (وزیر صحت): پرانگ آف آرڈر جناب اسپیکر! آپ ذرا ہمیں موقع دیں کہ ہم اپنی اپنی پارٹیوں کی طرف سے اور اس معزز ایوان کی طرف سے صحافی برادری، کل جو ایکسپریس نیوز کی ٹیم پر حملہ ہوا ہے بلکہ انکی شہادت کو میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: بحث میں اسی کو بھی آپ ذکر کر دیں یہ بھی امن و امان کا حصہ ہے۔

وزیر صحت: جناب اسپیکر! صافت ایک ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے جو ایک ریاست کو، ایک معاشرے کو معاشرتی برا سیوں کو expose کرنا ایک صحافی جو اپنا کردار ادا کرتا ہے میرے خیال میں یہ جہاد سے کم نہیں ہے۔ لیکن گزشتہ کئی سالوں سے، خاص طور پر کراچی اور ادھر بلوچستان میں جو سینکڑوں کے حساب سے ہمارے صحافیوں کو بے دردی سے شہید کیا گیا ہے یہ قابلِ مذمت عمل ہے۔ جناب اسپیکر! اگر ہم دیکھیں کراچی میں جو کل واقعہ ہوا ہے یہ دل خراش واقعہ ہے یہ انسانیت سوز ہے۔ انسانی اقدار کو اس واقعہ نے ہلا کر رکھ دیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ سنده کے عوام کو کراچی میں تمام طبقہ فکر تا جربرا دری کاروباری حضرات کو ایک فاشٹ تنظیم نے ریغمال بنانے کر رکھا ہے جس کی منقی سوچ، انسانیت دشمن حرکتوں نے ایسے واقعات رومنا کئے ہیں جو ناقابل فراموش ہیں۔ یہ ایوان اس ناقابل برداشت واقعہ کی مذمت میں متفق ہے۔ اور میں اپنی پارٹی کی طرف سے اس واقعے کی بھرپور مذمت کرتا ہوں اور میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان صحافیوں کو جنت الفردوس نصیب کرے اور ہماری صحافی برادری کو ہمت دے کہ وہ تمام ان مسئللوں کو باقی سیاسی لوگوں کے ہر طبقہ فکر کے ساتھ شانہ بشانہ مل کر ان غلط حرکتوں کو، ان پالیسوں کو expose کرے تاکہ ہم اپنے لوگوں کو ایک پُر امن ماحول فراہم کر سکیں اور اپنے لوگوں کو مایوسی اور بے یقینی کی کیفیت سے نکالیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: سردار عبدالرحمن کھیتران۔

سردار عبدالرحمن کھیتران: شکریہ جناب اسپیکر۔ جیسا کہ کل کے واقعہ میں ایکسپریس نیوز کے تین بندوں کو شہید کیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اس پر بولنے سے پہلے اگر آپ ان کیلئے مغفرت کی دعا کرالیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی دعا مغفرت۔

(اس مرحلے پر مرحومین کی ارواح کے ایصال کیلئے فاتح خوانی کی گئی)

سردار عبدالرحمن کھیتران: جناب اسپیکر! صحافی برادری ہم سمجھتے ہیں کہ ایک پڑھنے لکھنے اور ایک آن پڑھنے کیلئے کان اور آنکھیں ہے۔ ان کی شہادت پورے معاشرے کو معدود رہانے کے متراوف ہے۔ ایک آن پڑھنے کیلئے ریڈ یو بی ایڈیکٹ کر ملکی حالات سے باخبر رہتا ہے اور ایک پڑھا لکھا اخبار اٹھا کر میگزین اٹھا کر ملکی حالات اور میں الاقوامی حالات سب پر اسکی نظر ہوتی ہے۔ ایک سوچ سمجھے منصوبے کے تحت اُن کو شہید کیا جاتا ہے تاکہ پاکستان کے 18 کروڑ عوام کی آنکھیں نکالی جائیں اور کان میں سیسیہ ڈال دیا جائے تاکہ وہ نہ سُننے کے قابل ہوں نہ دیکھنے کے۔ میں اپوزیشن پیپر کی طرف سے اس واقعہ کی پُر زور نہ مدت کرتا ہوں اور میں وفاقی حکومت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ فی الفور صحافیوں کو ہر فرم پر تحفظ دیا جائے۔ اور جو شہید ہوئے ہیں انکے لا حقین کیلئے جو معاوضے کا routine ہے دو لاکھ، پانچ لاکھ میں سمجھتا ہوں کہ بالکل ہاتھی کے منہ میں زیرہ کے برابر ہیں۔ کیونکہ گرمی ہو سردی ہو جنگ ہو صحافی پیش پیش ہوتا ہے۔ بلکہ آپ لوگوں نے رات کو 7V پر واقعہ دیکھا ہوگا کہ ایک آدمی اپنی محبوبہ سے دلبڑا شتہ ہو کر خود کشی کی کوشش کر رہا تھا اور Elite Force اسکو تابوکر رہی ہے وہاں صحافی بالکل اُنکے نزدیک کھڑا اسکی coverage کر رہا تھا۔ جب اُس نے fire کیا تو وہ صحافی just کے ساتھ کھڑا تھا۔ تو اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ ایک صحافی اپنی زندگی قربان کر کے، اس چیز کیلئے نہیں کہ اُسکو پانچ، دس یا بیس ہزار معاوضہ ملتا ہے بلکہ وہ آپکی ہولت کیلئے اپنی زندگی قربان کرتا ہے وہ سایہ جو اسکے پھوپھو پر ہوتا ہے وہ قربان کرتا ہے۔ وہ چند لاکوں کیلئے نہیں ہوتا ہے وہ آپ کیلئے میرے لئے گھروں میں بیٹھی ہوئی خواتین کیلئے، 18 کروڑ عوام کیلئے وہ آنکھاں اور کان بنتا ہے۔ لہذا میں مرکزی حکومت سے ایک دفعہ پھر پُر زور مطالبہ کرتا ہوں کہ اُنکے قاتلوں کو جتنی جلدی ممکن ہو گرفتار کیا جائے اور اُنکے لیے اتنا معاوضہ کا اعلان کیا جائے، دیا جائے تاکہ اُنکے لا حقین بقا یا زندگی آرام سے گزار سکیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ نصر اللہ زیرے صاحب۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! میں آپکا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔ میں بالخصوص،

امن و امان کے حوالے سے بات بعد میں ہو گئی لیکن کل کا جو واقعہ ہوا ہے کہ اپنی میں جو ایسپر لیں ٹوی چینل کی صحافی برادری کے خلاف جو واقعہ ہوا ہے، اُسکی میں پشتونخوا ملی عوامی پارٹی کی جانب سے بھرپور مذمت کرتا ہوں۔ جناب اسپیکر! قومی اسمبلی میں گزشتہ دنوں جناب محمود خان اچکزئی صاحب نے صحیح فرمایا تھا کہ کہاچی دہشتگردوں کا شہر بن گیا ہے۔ اور یقیناً 1986ء سے لیکر اب تک گزشتہ 29,28 سالوں میں ایک سروے کے مطابق کم و بیش ایک لاکھ لوگوں کی target killings کی گئی ہیں یہ لوگ اس فاشست اور دہشتگرد تنظیم MQM کے دہشتگردوں کے ہاتھوں چڑھے۔ جناب اسپیکر! میں یقین سے کہتا ہوں کہ ان میں کم از کم نوے ہزار پشتون غریب بیگناہ اور معصوم اور لاتعلق لوگ شہید ہوئے ہیں۔ اور یقیناً آج کہاچی شہر ان دہشتگرد اور فاشست لوگوں کے نرغے میں ہے جو وہاں کے بسنے والے لاکھوں پشتون عوام کو ایک لمحے کیلئے برداشت نہیں کر رہے ہیں۔ اور وہاں بسنے والے سندھی، بلوچ اور پنجابی لوگ ہیں انکو برداشت نہیں کر رہے ہیں۔ اُنکا یہ ہے کہ ہم کس طرح ان تمام لوگوں کو نکال کر کہاچی اور حیدر آباد کے یک و تھا مالک بن سکیں یہ سب کچھ اُس سلسلے کی کڑی ہے۔ جناب اسپیکر! جز ایضًا کی فوجی آمریت کے دور میں اس تنظیم کی داغ بیل ڈال دی گئی تھی اور آج تک اس دہشتگرد فاشست تنظیم نے کہاچی کو یغماں بنایا ہوا ہے۔ جناب اسپیکر! اس دوران لوگوں کی اربوں، کھربوں کی املاک کو نقصان پہنچا اور جلا گیا ہے۔ اور آج وہ یک و تھا اپنی دہشتگردی کی وجہ سے کہاچی کے مالک بننے پڑی ہے۔ یقیناً اُس کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ وہاں کی پشتون آبادی اور دیگر زبانیں بولنے والے لوگ ہیں۔ وفاقی حکومت اس دہشتگرد تنظیم کو لگام دے جس طرح کل کا واقعہ ہوا ہے اس سے پہلے وہاں ایک نذر صحافی ولی خان با بر کو شہید کیا گیا اور سینکڑوں لوگوں کو لقمہ اجل بنا یا گیا ہے۔ جناب اسپیکر! اس طرح نہیں ہو سکتا کہ کہاچی اُس دہشتگرد تنظیم کے ہاتھوں یغماں ہونے اس ملک کے عوام وہاں کے بسنے والے کروڑوں عوام اس دہشتگرد تنظیم کو مزید برداشت کریں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ کل کا جو واقعہ ہوا ہے اُسکی ہم بھرپور مذمت کرتے ہیں اور تمام واقعات میں جتنے بھی ہوئے ہیں ان میں جو دہشتگرد ملوث ہیں انہیں گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچا جائے اُنکے خلاف عدالتیں قائم کر کے انہیں سزا میں دی جائیں اس طرح نہیں ہو سکتا کہ وہ آئین کے پھریں۔ اور یقیناً پر املک اس بات پر متفق ہے کہ جزل مشرف نے آئین سے غداری کی ہے۔ وہ آئین کے آڑیکل 6 کے تحت سزا موت کا حقدار ہے یا عمر قید کا۔ لیکن ملک میں ایک واحد دہشتگرد تنظیم MQM ہے جس نے کہا ہے کہ جزل مشرف کو بچایا جائے۔ اس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ جزل ضیاء اور جزل مشرف کے پھور ہی ہے۔ جناب اسپیکر! میں اس ایوان کے توسط سے مطالباً کروں گا کہ اس واقعہ کی

اعلیٰ سطحی عدالتی تحقیقات کی جائے جو کل رات ایکسپریس چینیں والوں کے خلاف ہوا اور تمام واقعات کی جو گزشتہ 28 سالوں میں ہوئے ہیں۔ اور 12 میں کے واقعہ کا انہوں نے عدالت کے سامنے ہزاروں دہشتگرد لا کر بڑھا دیئے انہوں نے عدالتی کا رروائی چلنے نہیں دی۔ اُس واقعے میں پچاس لوگوں کو ناحق قتل کیا گیا جس میں صحافی اور سیاسی کارکن بھی شامل تھے۔ جناب اسپیکر! 12 میں کے واقعہ کے ساتھ تمام واقعات اور کل کے واقعہ کی عدالتی تحقیقات کی جائیں۔ اور ہم بھرپور انداز سے اسکی مدد کرتے ہیں۔ بڑی مہربانی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی مہربانی۔ جی رضا صاحب۔

سید محمد رضا: سُمَّ اللَّهُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ۔ کل کا جو واقعہ ہوا ہے کہ اپنی میں سمجھتا ہوں یہ پہلا واقعہ ہے نہ آخری۔ بچپن میں سنا کرتے تھے کہ جہاں کہیں جنگ ہوتی ہے، جنگ زده ممالک میں، States میں صحافیوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے میں وثوق سے کہتا ہوں کہ آج کے دور میں کسی بھی جنگ زده ریاست میں اس قدر قتل و غارت گیری نہیں ہو رہی جس قدر ہمارے ملک میں ہو رہی ہے۔ اسی شانی معصوم لوگوں کو جن کا تعلق کسی خاص تنظیم سے نہیں نہ کسی خاص کلبتہ فکر سے ہے، عام لوگوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اسکے علاوہ صحافیوں کو جس طرح سے نشانہ بنایا جا رہا ہے پچھلے پندرہ سو لے سالوں سے میں سمجھتا ہوں یہ ایک انتہائی تشویشناک صورتحال ہے، ہمیں اپنے تمام لوگوں کو خصوصاً اپنی صحافی برادری کو protection دینی چاہیئے۔ کیونکہ جیسے کھیزان صاحب نے فرمایا کہ وہ ہماری آنکھ اور ہمارے کان ہیں انہی کی بدولت دن رات پل پل کی خبریں ہم تک پہنچتی ہیں۔ اگر ہم انہی لوگوں کو ناکردار جرام کی سزا دینے گئی خدمات کے صلے میں گولیاں اُن پر چلانی جائیں گی تو ہم سمجھ سکتے ہیں کہ ہمارا مستقبل بحیثیت ایک جمہوری قوم کے بحیثیت ایک جمہوری ریاست کے ہم اپنا مستقبل کہاں پھر تلاش کریں۔ میں اپنی اور اپنی پارٹی کی طرف سے اس واقعہ کی اور ان تمام واقعات کے جواب سے پہلے رونما ہوئے ہیں، انتہائی سختی سے مدد کرتا ہوں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ جی جعفر خان صاحب۔

شیخ جعفر خان مندوخیل (وزیر مال، ایکسائز ایڈیمکسیشن و ٹرانسپورٹ): جناب اسپیکر! کل جو کراچی میں واقعہ ہوا ہے اسکے خلاف آج صحافی برادری احتجاج کر رہی ہے اور ہم بھی جا کر کے انکے احتجاج میں شریک ہوئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ آج کی بات نہیں ہے۔ جو کسی کے خلاف لکھتا ہے پھر terrorism اسکے خلاف کرتا ہے مطلب اگر ایم کیو ایم terrorism کرے اسکے خلاف یہ لوگ لکھیں وہ انکو قتل کر دیتی ہے دوسری کوئی ایسی دہشتگرد تنظیم ہوتی ہے وہ terrorism کرے کوئی اسکے خلاف بولے یا لکھے یا اسکو یہ لوگ eliminate

کر دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ، ابھی زیرِے صاحب نے تو figures بھی پیش کیے کہ کراچی میں ایک لاکھ لوگ قتل ہوئے ہیں۔ یہ کس کے لگے ہیں؟ یہاں حکومت ہے یا نہیں اگر ہے وہ کس لئے بیٹھی ہوئی ہے کیا کر رہی ہے؟ موجودہ حکومت نے تو ایک اقدام یہ کیا کراچی میں آپریشن شروع کیا جونکہ میں خود کراچی گیا تھا وہاں ابھی بھی ہمارے لوگ ہیں وہ بتاتے ہیں کہ یہاں پٹھانوں، بلوجوں، سندھیوں اور ایم کیو ایم کے خلاف بھی شروع کیا ہے۔ یہ criminals کے خلاف شروع کیا ہے یہ بہت بڑا اقدام ہے اس حکومت کا فیڈرل گورنمنٹ کا اور سندھ گورنمنٹ کا۔ انہوں نے اقدام کیا بلکہ ہم نے مطالبہ کیا کہ بھئی! ادھر بلوچستان میں بھی اس طرح targetted operation شروع کیا جائے جس کے کوئی results آئیں۔ لیکن اسکو بھی آپ نے دیکھ لیا۔ اطاف صاحب کی جو تقریبی ”کہ ہم الگ صوبہ بنائیں۔ الگ ملک بھی ہو سکتا ہے“۔ مطلب وہ جیسے باندز 007 بناء ہے۔ kill licence to کہ ہمیں کم از کم دن کے پچاس آدمیوں کا کنگ لائنس دے دوتا کہ پھر ہم اس ملک میں رہیں گے اور ملک کو ثابت رکھیں گے۔ بجھتہ خوری کرے، دوسرا کرے، تیسرا کرے۔ وہاں پٹھان کو رہنے کا حق نہیں ہے جو اس ملک کے باشندے ہیں۔ بلوج جن کی زمین ہے انکور ہنے کا حق نہیں ہے سندھی جن کا صوبہ، صوبہ سندھ میں بلوج اور سندھی mixed ہیں آدھے یہ ہیں آدھے تقریباً وہ ہیں کراچی اُنکا ہیڈ کوارٹر ہے وہاں انکور ہنے کا حق نہیں ہے۔ ”نہیں یہ ہم کو دیا جائے“۔ کس بہانے پر، کبھی ایک pretext بنایا کر کے کبھی دوسرا pretext بنایا کر کے پتا نہیں کس طرح پوری قوم کو انہوں نے مسخر کیا ہوا ہے اچھے پڑھے لکھے لوگ ہیں اور اچھے سوچ والے بھی ہیں۔ لیکن اس طرح اس نے terrorize کیا ہوا ہے یا اس طرح جیسا وہ ما فیا گینگ کا جو چیف ہوتا ہے وہ جو آرڈر کرتا ہے بس اُسکے سامنے پھر کوئی بول نہیں سکتا۔ لیکن ہم کسی کو یہ اجازت نہیں دے سکتے ہمارا آدھانیبر پختو نخوا کراچی میں ہے ہمارے کوئی میں ہیں کاروبار یا روزگار ادھر کیا چیز ہے کہ لوگ کریں؟ آپکا بلوج بیٹ کیا مکران کو دیکھیں۔ مکران کا ترویاتی ہیڈ کوارٹر کراچی تھا۔ وہاں کے سارے لڑکے آ کر کے کراچی یونیورسٹی میں پڑھتے تھے۔ تو آج وہ چیزیں انہوں نے eliminate کر دی ہیں۔ پھر یہ جو صحافیوں کو قتل کرنا، کوئی صحافی لکھ دیتا ہے کہ یہ ہو جائے۔ جیسے باہر تھا اُسکو ختم کر دیا۔ اُس نے ایک فوٹو جاری کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ اسکی کیا جرأت ہے کہ یہ ختم کر دے۔ میں سمجھتا ہوں کہ what is the State for? اس نے ایک دن تھوڑا ایکشن شروع کیا۔ ابھی اخبارات کی خبریں ہیں چیزیں یا نظر، مجھے تو پتا نہیں ہے جو لکھتے ہیں انکو definitely information ہو گی کہ وہ slow operation کر رہے ہیں۔ جس کے اوپر وزیر اعظم کی بھی تردید آئی ہے کہ ہم اسکو نہیں ہونے

دینگے۔ اس طرح سرکار چلتی رہی ہے پھر یہ صرف پیسے کمانے کیلئے ہے ”کہ بابا! تم لوگ مارو، قتل کرو، ختم کرو، آبادیاں ختم کر دو، ملک تھوڑا دو لیکن ہمیں اپنی منشیوں سے پیسے ملتا رہے تو ہم خوش ہیں“ نہیں سرکار کی کوئی آبادیاں ختم کر دو، ملک تھوڑا دو لیکن ہمیں اپنی منشیوں سے پیسے ملتا رہے تو ہم خوش ہیں“ نہیں سرکار کی کوئی آبادیاں بھی ہیں۔ ہمارے ملک کی بہت بڑی فوج ہے سب مل ملا کر تقریباً سات لاکھ تک آپکی forces ہیں۔ اگر وہ اس چھوٹی آبادی کو کنٹرول نہیں کر سکتی تو پھر کون کنٹرول کریگا۔ میں سمجھتا ہوں کنٹرول کرنا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ ۱۹۹۳ء میں بینظیر نے آئی بی کے ڈائریکٹر سے آپریشن کا کہا responsibility نصیر اللہ با بر نے اٹھائی۔ تو وہ معاملات بالکل ختم ہو گئے جو killers ہو کر کے ملک چھوڑ گئے یا مر گئے۔ تو آج بھی یہ کوئی ناممکن بات نہیں ہے۔ بلوچستان بڑا طویل و عریض صوبہ ہے ہر طرف پہاڑ ہے۔ ہر ایسا کو cover کرنا وہ literally مجھے بھی پتا ہے میں خود ہوم منسٹر رہ چکا ہوں، وہ ناممکن ہے۔ اگر اس ایسا کو آپ cover کریں گے تو دوسرے میں پھر کوئی واردات ہو جائیگی اسکے ساتھ آپ compare نہیں کر سکتے ہیں۔ تو کراچی کے حالات انتہائی خراب ہیں۔ اور صحافی برادری کے ساتھ جو واقعہ ہوا ہے۔ کراچی میں تو سب سے زیادہ ہوا ہے ہمارے صوبے میں بھی جو ہوا ہے اُسکا بھی میں سمجھتا ہوں صحافیوں نے ایک مطالبہ کیا تھا کہ اسکی جوڈیشل انکوارٹری ہونی چاہیے۔ وہ تو خیر گورنمنٹ اس پر بیٹھ کر کے کوئی لائچ عمل بنایا۔ میں سمجھتا ہوں اس کیلئے بھی ہمیں اقدامات کرنے چاہئیں۔ اور مرکز اور دوسرے صوبوں میں بھی ان چیزوں کو دیکھ لیں۔ میں صاف بات کرتا ہوں جو معاشرہ لوگوں کو روزگار اور امن نہیں دے سکتا وہ ملک خراب ہو جاتا ہے وہ ملک نہیں رہتا۔ RUSSIA بھی اسی چیز پر ٹوٹ گیا کہ لوگوں کو امن تو دیا ہوا تھا صرف روزگار facilities نہ پہنچا سکیں پھر امن و امان کا یہ حال ہوگا۔ جو روٹی خریدنے جا رہا ہوا سکور استے میں مار دیا جائے۔ تو نہیں دیا کیونکہ اسکی position economical ہے۔ اگر ہم لوگوں کو روزگار اور دوسری economy بھی امن جب تک صحیح نہیں ہوگا، روزگار بھی اسکے ساتھ بندھا ہوا ہے آپ کے ملک کی law and order کے ساتھ بندھی ہوئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ انتہائی زیادتی ہے میں اپنی پارٹی کی طرف سے اسکی پر زور مذمت کرتا ہوں۔ بلکہ پوری حکومت ٹریپری اور اپوزیشن پیچھے ہم سب انکے پاس گئے تھے سب کی طرف سے اس واقعہ کی مذمت کرتا ہوں اور یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ culprits کو پکڑ کر انہیں سزا دی جائے۔ کوئی ایسی بات نہیں ہے سرکار سے کوئی چیز گرم نہیں ہوتی وہ سمندر کی تہہ سے سوئی نکال دیتی ہے۔ کیونکہ اسکے ساتھ وہ سامان ہوتے ہیں۔ آپ کے Military Intelligence I.A.I.B.I.S.I.A اور آپکی اپیشن برائج آپکا یوں ڈیا رہمنٹ رینجرز F.C اور دوسری فورسز ہیں۔ ان سب کو ملا کر کے، ایک ایک نکتہ اگر

جمع کرتا جائیں تو کافی informations اکنے پاس اکھٹی ہو جاتی ہیں جن کی بنیاد پر اگر کوئی rightful action کرنا چاہے۔ ابھی کراچی میں انہوں نے دو مہینے آپریشن کیا۔ کراچی تو بالکل ابھی، اُسکے خلاف انہوں نے ایک انتقامی کارروائی پولیس کو مارنا صحافیوں کو مارنا، اُس action کو subsides کرنا کہ وہ اس کو خراب کرنے کیلئے۔ ورنہ کراچی کو اس سے calm-down تقریباً تقریباً 50% ہو گیا تھا۔ اور وہ خاص کوئی مخصوص لوگ ہیں جو اسکو دوبارہ خراب کرنا چاہتے ہیں یا کہتے ہیں ”کہ ہم کو ایک الگ ملک دے دو“ اس چیز پر میں سمجھتا ہوں یہ House کیلئے ملک کے لوگوں کیلئے بھی سوچنے والی بات ہے۔ اگر ہم ان چیزوں میں کمزوری دکھائیں گے پھر یہ ملک کیلئے بھی تشویش کی بہت بڑی بات ہو گی۔ thank you.

جناب ڈپٹی اسپیکر: مہربانی۔ C.M.

ڈاکٹر عبدالمالک بلوج (قائد ایوان): آپ بولیں۔ لیکن sir اگر ہر پارٹی سے ایک ایک آدمی بولے تو زیادہ بہتر ہو گی کیونکہ ہمارے پاس law and order کا ایک بہت بڑا ایجنسڈ ارکھا ہوا ہے جو ہمیں آج conclude کرنا ہے۔ Let me to conclude on the behalf of all the Members of the Provincial Government, rather they are in Opposition and Treasury Benches. We all condemn the yesterday's killings of the Journalists, unfortunately this is happening. اور میں سمجھتا ہوں کہ Balochistan میں اب تک round-about تین کے قریب شہید کیے گئے ہیں۔ On behalf of the Government of Journalists Balochistan I announce the compensation under rules for all thirty Journalists which were killed from the last couple And it is the again a demand of the (ڈیک بجائے گے) years. Balochistan Union of Journalists, that we should form a Judicial Commission for inquiry and probing these issues. I hereby announce on behalf of the coalition government a Judicial Committee which investigate the cases and give the recommendations to the Government of Balochistan. Ultimately

we will go according to the recommendations. I am again thankful to all the Members and we all condemn this what was happened yesterday in Karachi. I think we should go for further next Agenda. This is very important Agenda and today I think the Home Minister will conclude this Agenda. Thank you.

جناب ڈپٹی اسپیکر: میرے خیال میں مسلم لیگ (ن) کے کسی نہیں بولا ہے؟

میر محمد عاصم کرد گیلو: میں نے ڈاکٹر صاحب سے بھی کہا کہ میں اپنی پارٹی کا، چونکہ ہمارے پارلیمانی لیڈر صاحب ادھرنہیں ہیں تو میں ضروری سمجھتا ہوں کہ میں اپنی اور اپنی پارٹی کی طرف سے کراچی میں جوکل واقعہ ہوا ہے اسکی پر زور مذمت کرتا ہوں۔ اسپیکر صاحب! اس سے پہلے بھی آپ کو یاد ہو گا کہ کراچی میں مولیٰ با بر کا جو murder ہوا اسکو شہید کیا گیا۔ اسکے بعد اسکی جو تفییش کر رہے تھے، interrogation کر رہے تھے انکے خلاف بھی انہوں نے انتقامی کارروائی کی اور انکے Interrogation Officer کو شہید کیا گیا۔ اسکے بعد جو اسکے وکیل تھے ان پر بھی کئی دفعہ حملہ کیا گیا۔ تو اسپیکر صاحب! کراچی ایسا شہر بن گیا ہے، اس سے پہلے بلوچستان کے لوگ سردیوں میں کراچی جاتے تھے۔ ابھی زیادہ تر لوگ وہاں نہیں جاتے اسلام آباد یا لاہور کا رخ کرتے ہیں۔ کراچی میں law and order کی situation بالکل بگڑ چکی ہے۔ کل میں ٹی وی دیکھ رہا تھا تو پی چل رہی تھی کہ ایک گھنٹے میں چھا افراد کو قتل کیا گیا ہے۔ تو اسپیکر صاحب! میں سمجھتا ہوں کہ کراچی میں جو operation شروع کیا گیا اس کے بعد ہشتنگ دی کے واقعات میں تیزی آئی جیسے جعفر صاحب بتا رہے تھے اس کا reaction ہے۔ ”اگر آپ لوگ operation کر لینگے تو اس سے ہم زیادہ کراچی کے حالات کو بگاڑیں گے“۔ اسپیکر صاحب! وہ بھی ایک زمانہ تھا کہ کراچی میں لوگ رات کے تین چار بجے گھومتے تھے کسی کی پرواہ نہیں تھی اللہ کرے کہ وہ اپنی پرانی position پر آجائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مہربانی۔ پورا House ایک پر لیس کے صحافی پر حملے کی پر زور مذمت کرتا ہے۔ اور امید کرتا ہے کہ گورنمنٹ صحافیوں کے تحفظ کیلئے ہر ممکن اقدامات کریں گی۔ ابھی اگلے ایجنسیوں کی طرف آئیں گے جو امن و امان پر عام بحث ہے۔

سید آغاز ایاقت علی: جناب اسپیکر! point of order! - اس سے پہلے کہ آپ امن و امان کی طرف جائیں ہمارے desks پر اسsemblی کی طرف سے حکومت بلوچستان مکملہ داخلہ اور قائمی امور کی جانب سے ایف سی یعنی

فرینئیر کو کی صوبے میں امن و امان کی صورتحال کی بابت کارگزاری کی ایک رپورٹ پڑی ہے۔ جناب اسپیکر! یہ رپورٹ جیسی ہے اور جس طرح یہ پیش کی گئی ہے۔ میں بحثیت ایک ممبر اس سے اتفاق نہیں کرتا ہوں۔ میں ایف سی کی اس کارگزاری کو ہاؤس میں لانا چاہتا ہوں ہاؤس میں اس پر بحث کی جائے۔ یا وزیر داخلہ صاحب ایف سی کے جزل یا انکے کرتادھرتا ہیں، انکے ساتھ کوئی نامم اس ہاؤس کی in camera meeting open meeting رکھی جائے۔ تاکہ ہم معزز ممبران اپنی grievances جو ہمارے تحفظات ہیں ایف سی سے متعلق وہ انکے سامنے بیان کر سکیں۔ جو بھی رپورٹ پیش کی جاتی ہے اس سے بالکل میں اتفاق نہیں کرتا ہوں۔ رپورٹ وہ ہونی چاہیے کہ اس پر انکے سامنے بحث کی جائے۔ میری وزیر داخلہ صاحب سے یہ گزارش ہے کہ وہ ایف سی کے ---۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ایک منٹ، آغا صاحب! میرے خیال میں ایک یہ جو wind-up ہمارے ہوم منٹر صاحب کریں گے، یہ اسکا brief ہے۔ جب ہوم منٹر اس پر آجائیں گے پھر اس پر بات ہوگی۔

سید آغالیاقت علی: جناب! یہ point میں اسلئے لانا چاہتا ہوں چونکہ آج یہ point نہیں تھا۔ آپ نے رکھا ہے۔ اور جو میں نے امن و امان پر تقریر کی میری باری کل گزر چکی ہے۔ تو point of order پر میں وزیر داخلہ سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ یہ رپورٹ ہر صورت میں زیر بحث لائی جائے۔ خواہ وہ in camera ہو یا open ہو۔ تو ایف سی کے نمائندوں کی موجودگی بالکل لازمی ہے میری اتنی گزارش ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: یہ سرکاری ریکارڈ کیلئے رکھا گیا ہے۔ میرے خیال میں ہوم منٹر پھر اس پر بات کریں گے۔ **میر سرفراز احمد گنجی (وزیر داخلہ):** جناب اسپیکر! جب میں conclude کروں گا، تو جناب اسپیکر! تمام معزز ارکان law and order کے بارے میں جو جو پوائنٹ پیش کریں گے conclusion میں یہ ساری چیزیں آغا صاحب کے جو points ہیں وہ ہیں میں آجائیں گے، شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی مہربانی۔ جناب غلام دیگر بادینی صاحب امن و امان کے حوالے سے بات کریں۔

میر غلام دیگر بادینی: امن و امان کے حوالے سے اس دن بات ہوئی انغوبراۓ تاوان میرے خیال میں بلوچستان میں ایک منافع بخش کاروبار جسے کہا جاسکتا ہے جیسے ارباب عبدالظاہر کاسی صاحب کو اٹھایا گیا۔ اور ہمارے معزز رکن نے بتایا کہ پتا چلا ہے کہ وہ میران شاہ میں ہیں وہاں سے انغوکارروں نے باقاعدہ demand کی ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! جو باہر کے سرمایہ کارتھے، law and order کی خراب صورتحال کی وجہ سے زیادہ تر لوگ اپنا سرمایہ باہر منتقل کر چکے ہیں۔ بلوچستان ہمارا ایک قبائلی علاقہ ہے۔

جب تک ہمارے قبائل کے ساتھ حکومت کا تعاون نہ ہو انہوں برائے تاداں جیسی وارداتیں ہوتی رہیں گی۔ جیسے ہمارے نواب سردار میر معتبر ہمارے صوبے میں تمام لئے والے tribes جیسے پہلے انگریز کا طریقہ کار تھا۔ انہوں نے tribal areas میں لوگوں کے ساتھ اپنے جو روابط رکھتے تھے۔ اگر اسی طرح ہماری حکومت ہمارے قبائل کے ساتھ رابطہ کرے تو امید ہے جو missing persons screen ہیں، انشاء اللہ وہ پر آسکتے ہیں۔ ہماری روڈوں کا بہت بڑا حال ہے۔ موڑوے پولیس، اگر ہم پنجاب، سندھ یا خیبر پختونخوا میں جائیں وہاں موڑوے پولیس نظر آتی ہے جو بیٹری ٹینگ کرتی ہے۔ جناب اسپیکر! ہمارے ہاں تو ایک بری روایت ہے کہ جو بھی گورنمنٹ آتی ہے اسکا پہلا کام یہی ہوتا ہے کہ لیویز کو پولیس میں یا پولیس کو لیویز میں ختم کیا جاتا ہے۔ پانچ سال بگاڑنے میں لگ جاتے ہیں۔ میں اپنی طرف سے تجویز دونگا، ہمارے ہوم منسٹر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، Leder of the House بھی بیٹھے ہوئے ہیں ہماری اکثر forces میں بھرتیاں تو ہو جاتی ہیں لیکن انکو trained نہیں کیا جاتا۔ جیسے ایف سی کے حوالے سے آغا صاحب نے بات کی۔ وہاں باقاعدہ طور پر انکو ٹریننگ دی جاتی ہے۔ لیکن ہماری لیویز اور پولیس کیلئے ٹریننگ بہت محدود ہوتی ہے۔ جیسے اُس دن دوستوں نے کہا کہ ان سے guns بھی چھین جاتی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ law and order کی جو بڑی صورتحال ہے اس میں سب سے بڑی وجہ بیرون گاری ہے۔ اگر کسی ڈسٹرکٹ میں یا کسی ڈیپارٹمنٹ میں چند پولیسیں آجائیں اس ان کے لئے ہزاروں لوگ apply کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ double M.A., triple M.A., M.B.A توجہ تک حکومت بیرون گاری پر قابو نہ پائے۔ جیسے پہلے آغاز حقوق بلوچستان کو شروع کیا گیا۔ بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آغاز حقوق بلوچستان کے ہمارے بیرون گارنو جوانوں کے ٹیکسٹ، انٹرویوز کے پیپر زندوروں اور پرچوں کی دکانوں میں پڑے ہوتے ہیں لوگوں کو ان میں روٹیاں اور سواد دیتے ہیں۔ جناب اسپیکر صاحب! یہاں law and order کی صورتحال اس وقت ٹھیک ہو گی جب ہمارے صوبے میں روزگار کے موقع پیدا ہوئے تو ہمارے بھائی نوجوان جو بکھکے ہوئے ہیں جو ناراض ہیں پہاڑوں کا رُخ کر کچے ہیں اسکی بڑی وجہ بیرون گاری ہے۔ اور ہمارے جو بار ڈر زیں، سوائے ولیش چمن بارڈر کا باقی میرے خیال میں سارے برائے نام ہیں۔ پچھلے دنوں میں آغازیافت صاحب سردار رضا محمد بڑیج صاحب اور جان بلیدی صاحب ہم نے بار ڈر کے حوالے سے ٹکٹر کشم سے بات بھی کی۔ بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کوئی کشم سے پیٹرول پہپ سے غیر قانونی اسمگل شدہ تیل قضمہ میں لیکر اس پیٹرول پہپ کو seal کیا گیا۔ جناب! میں Leader of the House سے یہ نہ ارش کرتا ہوں کہ تفتان بارڈر برائے نام ہے، نوشکی میں بارڈر ہے

افغان بارڈر کے ساتھ گزرنی zero point point میں یا پشتوں بیلٹ، جہاں بھی ہمارے بارڈر زیریاز ہیں۔ افغان حکومت یا ایران حکومت کے ساتھ ہمارے سی ایم صاحب یا federal level سے، ہمارا جو کار و بار رکھا ہوا ہے جو تجارت کی ہوئی ہے۔ خدا نخواستہ اگر تجارت نہیں کریں گے تو لامالہ لوگ چوریاں کریں گے روڈوں پر گاڑیاں اور موڑ سائیکلیں چھینیں گے۔ جب روزگار ہوگا تو ہمارے لوگ خوشحال ہونگے۔ پچھلے اجلاس میں دوستوں نے system کے اوپر بات کی، کہ جی! پہلے اس طرح تھا بھی اس طرح ہے۔ ہم یہی دعا کرتے ہیں ہم coalition government کا حصہ ہیں خدا نخواستہ ایسا ہم کر کے نہ جائیں کل کو دوست یاد کریں جیسے جو گزر چکا وہ گزر چکا۔ لیکن ہم یہی کہتے ہیں کہ بلوچستان حکومت خوشحالی اور روزگار لائے تب جا کے امن و امان کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ اس کیلئے میں وزیر داخلہ اور Leader of the provincial House کو یہی تجویز دونگا کر امن و امان کیلئے روزگار کی، میرے خیال میں federal level پر یہ سب سے ضروری ہے، والسلام۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی مہربانی، مولا نا واسع صاحب۔

مولانا عبدالواسع (قاائد حزب اختلاف): شکریہ جناب اسپیکر۔ بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ آپ روز امن و امان پر اور ان واقعات پر بحث کر لیں کیونکہ روز نیا واقعہ پیش ہو جاتا ہے۔ جناب اسپیکر! میں باقاعدہ امن و امان پر آؤں گا۔ کراچی میں ایکسپریس کے صحافی نیوز والوں کے ساتھ جو واقعہ پیش ہوا تھا جیسے دوستوں نے پورے ہاؤس نے اُنکے ساتھ تباہی کا اظہار کیا اسکی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے اور اُنکے جتنے بھی مطالبات ہیں ان پر عملدرآمد ہو۔ اور میں مشکور ہوں چیف منستر کا کہ انہوں نے یہاں بلوچستان کے صحافیوں کیلئے جو ڈیشل کمیشن اور اُنکی compensation کا اعلان کیا۔ جناب اسپیکر! امن و امان کسی ایک قوم کسی ایک مذہب کی ضرورت نہیں بلکہ امن قائم رکھنا اور امن کی چاہت یہ ہر مذہب، ہر قوم اور ہر نسل جو دنیا میں رہنے والے ہیں اور نہ سرف انسانوں کی ضرورت ہے بلکہ حیوانات اور نباتات بھی اس سے پناہ مانگتی ہیں۔ لیکن جناب اسپیکر! ضرورت اس بات کی ہے کہ اگر ہم ادھرامن و امان پر بحث کرتے ہیں اور اسکو آج کے دن کے لحاظ سے دیکھا جائے کہ بس میں اپوزیشن کی طرف سے الزام لگایتا ہوں کہ امن قائم نہیں ہے۔ حکومت خواخواہ جو بھی کچھ ہو تو اس پر ڈٹے ہو کہ امن قائم ہے لوگ خوشحال ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم اس روایتی انداز میں الیوان کو چلاتے ہیں اسی روایتی انداز میں ہم بات کرتے ہیں کہ حکومت اپوزیشن کا معاملہ ہم بناتا کہ حکومت اپنے دفاع میں پڑ جائے اور بدمنی کے باعث کہے کہ امن ہے خوشحالی ہے یا اپوزیشن خواخواہ الزام لگا کر کہ امن و امان کا مسئلہ ہے اور بحث ہو

جائے اور ہر ایک اپنا نقطہ نظر پیش کر دے تو جناب اسپیکر! اس سے عوام، ملک و ملت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ دیکھیں جناب اسپیکر! ہم یقیناً عوامی نمائندے ہیں اور عوام نے ہمیں منتخب کر کے دو ذمہ داریاں ہمیں دی ہیں کہ یہاں اللہ کا نازل کردہ نظام جو انکی زندگی کا بنیادی مقصد ہے، اس ایوان میں پہنچنے کے لیے یہی ہے کہ اللہ کا جو نظام ہے جو انسانیت کے لیے بھیجا گیا ہے، آئم سے لیکر وہ ایسا تک، انسان کو زندگی گزارنے اور اس کی پیدائش کے مقاصد اسی میں موجود ہیں۔ تو عوام نے ہمیں اس ایوان میں وہی نظام نافذ کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ بلکہ جناب اسپیکر! پاکستان بننے کے مقاصد سارے لوگ ساری قوم ساری جماعتیں جتنے بھی لوگ ہیں وہ اس پر متفق ہیں کہ پاکستان کے بننے کے وقت اور انگریز سے آزادی کے وقت لاکھوں انسان، مسلمان شہید ہو گئے لاکھوں خواتین یوہ ہو گئیں لاکھوں بچے یتیم ہو گئے۔ لیکن جناب اسپیکر! انکو ایک مقصد کے تحت، جس کے لیے انہوں نے قربانیاں دی ہیں۔ پاکستان کا مطلب کیا اللہ الہ الہ۔ تو اسی کو بنیاد بنا کر کے ایک فلاحتی ریاست کا نعرہ دیا اور لوگوں کو یہ باور کرایا کہ پاکستان ایک اسلامی ریاست بنے گا۔ جناب اسپیکر! لوگوں نے اس آواز اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے قربانیاں دیں اور یہ ملک بن گیا۔ اور اس ملک کو 60 سال گزرنے کے بعد بھی وہ دو باتیں کہ ایک فلاحتی ریاست اور اسلامی نظام، اب تک اس پر عملدرآمد نہیں ہو سکا۔ جناب اسپیکر! وعدے کے بارے میں اللہ جلالہ کافرمان ہے کہ جب آپ کسی سے وعدہ کرتے ہیں تو اس کو نبھائیں اسکی باز پرس ہو گی اور اس کا ایک اور نقصان بھی ہے اگر آپ کسی قوم کا نمائندہ ہیں اور دو قبیلوں یا دو قوموں کے درمیان کوئی وعدہ کر کے اُس پر پورا نہیں اُترتے تو اس کا دوسرا رُخ یہ ہے کہ پھر ہر طرف فساد پھیل جائیگا۔ کیونکہ فریق، اُس قوم، جو آپ نے وعدہ کیا تھا اسکے لیے جس نے قربانیاں دیں اب وہ قربانیاں انکو یاد آئیں گی۔ اگر اس پر عملدرآمد نہیں ہوتا تو لامحالمہ انسان کی ایک فطرت ہوتی ہے انسان کا ایک ذہن ہوتا ہے تو بزورِ باز، وہ کہتے ہیں کہ اب جب آپ اصول کی خاطر اپنے وعدے کو نبھاتے ہیں الہذا جب ہم نے لاکھوں انسانوں کی قربانی دی ہمارے آباؤ اجداد نے قربانیاں دیں۔ اب اُس قربانی کو دہرانے کے لیے میرے اوپر بھی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ اب اس وعدے کو نبھانے کے لیے آپ اگر نہیں کرتے ہیں تو میں مجبور ہو کر یہ کروں گا۔ یا بصورت دیگر ایک فلاحتی ریاست ایک خوشحال ریاست کا آپ نے نعرہ دیا کہ تمام قوموں کو حقوق ملیں گے ہر ایک کو اپنے گھر کے اندر اپنے وسائل کا مالک بنائیں گے فلاحتی ریاست کا معنی یہ ہے۔ لیکن آج وہ فلاحتی ریاست تو چھوڑ کر لوگ سوچ لیں کہ یہ فلاحتی ریاست ہے مجھے اپنا حق ملتا ہے۔ بلکہ جناب اسپیکر! پاکستان پوری دنیا میں ایک سیکورٹی ریاست بن گیا ہے جہاں بھی دہشتگردی ہوتی ہے تو سب سے پہلے وار پاکستان پر ہوتا ہے کہ یہ پاکستان نے کیا ہے۔ اگر انڈیا

میں کوئی دھشتگردی ہوتی ہے تو سیدھا نشانہ پاکستان کی طرف لگایا جاتا ہے۔ افغانستان میں ایران میں اور انکے آقا مریکہ جس کو ہمارے حکمرانوں نے آقا بنایا ہے وہاں بھی جب کچھ ہوتا ہے وہ پاکستان کو نشانہ بنتا ہے۔ تو جناب اپنیکر! جب آپ کامک سیکورٹی ریاست بن گیا ہے۔ کہ تمام دنیا کی دھشتگردی وہاں کچھ واقعات کے نشانات آپ کی طرف آتے ہیں۔ جناب اپنیکر! جب فلاجی ریاست کا وعدہ بھی پورا نہ ہو جب اسلامی ریاست کا وعدہ بھی پورا نہ ہو اور انسان اور ایک مسلمان اُنکے دنیا میں دو مقاصد ہوتے ہیں، اپنے مذہب پر عملدرآمد کرنا اور اس دنیا میں ایک خوشحال زندگی گزارنا۔ لیکن جناب اپنیکر! اسی حوالے سے اللہ جل جلالہ فرماتا ہے۔ اللہ کا شکر ادا کرو اُس کی عبادت کرو جو بھوک میں آپ کو کھانا کھلایا اور خوف میں امن دیا خوشحالی اور فلاح دی۔ لہذا امن اور خوشحالی اور اپنا پیٹ پالنا یہ انسان اور مسلمان کی ضروریات میں سے ہیں۔ انہی دو مقاصد کے لیے پاکستان بننے کے وقت، اسکی کوئی بھی سیاسی جماعت، کسی بھی جماعت سے تعلق رکھنے والے ادھر جو تشریف فرمائیں، کوئی مخالفت نہیں کرتا یا قومی اسمبلی میں ہو یا کوئی سینٹ میں ہو۔ تو جناب اپنیکر! اس ملک میں 65 سال گزرنے کے باوجود یہاں کوئی عوامی حکومت جنم پائی نہ عوام کو اُنکے حقوق ملے اس عرصے کا ایک دو تھائی حصہ اس ملک میں ڈکٹیٹر اور آمریت پر گزر گیا۔ اور اس 65 سال کے اندر جو قویں، جن جن علاقوں کے، اور صوبوں کے حقوق جو معین کے گئے ہیں وہ بھی نہیں مل رہے ہیں۔ جناب اپنیکر! اس ملک پر کچھ طبقہ مسلط ہے۔ جب بغلہ دلیش ہمارے ساتھ تھا تو اُس وقت محاصل کا فارمولہ رقبے کی بنیاد پر ہوتا تھا کیونکہ مغربی پاکستان کا رقبہ مشرقی پاکستان سے بڑا تھا۔ لہذا ہماری establishment، ہمارے حکمران ہماری مقدار تو تیں، اُنکا فارمولہ یہ تھا کہ ہم محاصل کی تقسیم پاکستان کیلئے رقبے کی بنیاد پر ہو۔ جب بغلہ دلیش علیحدہ ہو گیا اسکے بعد پاکستان کے اندر ایک ایسا رقبہ وجود رکھتا تھا اس کو آدھا پاکستان کہا جاتا ہے، بلوچستان۔ لیکن اُسکے بعد محاصل کی تقسیم کا فارمولہ تبدیل ہو گیا اب وہ آبادی کی بنیاد پر ہے کیونکہ ایک دوسرے صوبہ اسمبلی موجود ہے جس کا رقبہ کم آبادی زیادہ ہے۔ جناب اپنیکر! آپ کسی کے حق کو مارنے کے لیے اگر بغلہ دلیش کا حق مارتے ہیں تو پھر رقبے کی بنیاد پر آپ کے لیے فائدہ ہو اگر بلوچستان کا حق مارتے ہیں تو پھر آبادی کی بنیاد پر آپ کو فائدہ ہو۔ تو جناب اپنیکر اب عوام کیسے سمجھیں کہ یہ ریاست ہماری فلاں آرام اور خوشحالی اور سکون کے لیے بنی ہوئی ہے؟ ظاہریات ہے کہ قوم یہ فیصلہ کرتی ہے عوام یہ فیصلہ کرتے ہیں ہر ایک کے ذہن میں یہ ہے کہ یہ ملک ہمارے لیے نہیں بلکہ کچھ لوگوں کے لیے بنا ہے یہ کچھ لوگوں اور طبقوں کی جا گیر ہے لہذا ہم پہلے بھی استعمال ہوئے اب بھی ہمیں استعمال کیا جا رہا ہے۔ اور اس ملک کو لوگ اپنی نجی مغلبوں میں کہتے ہیں کہ پاکستان کے بننے کے وقت بھی ایک دھوکہ اور ڈرامہ تھا اور اب چلانے کے وقت بھی ایک دھوکہ

اور ڈرامہ ہے۔ اور اسی دھوکے اور ڈرامے کو توڑنے والے بھی یہی ہیں۔ جیسے بگلہ دلشِ الگ ہو گیا، ہم نے دیکھ لیا ہمدا جناب اپیکر! اب جب صورتحال اس طرح ہوا اور یہی عوام 65 سال سے اسی انتظار میں ہیں کہ یہ فلاحتی اور اسلامی ریاست بننے گا اور دس سال کے اندر تمام قوانین اسلامی ڈھانچے میں ڈالیں گے۔ اسلامی نظریاتی کو سل کوفعال بنائیں گے اور اس کی سفارشات کی بنیاد پر صوبائی اسمبلیاں، قومی اسمبلی، سینٹ یا ادارے قانون سازی کریں گے۔ لیکن جناب اپیکر! جب نہ وہ وعدہ اور نہ یہ وعدہ اور لاکھوں بچے اور عورتیں قربان ہو گئیں۔ تو اب لوگوں کا عمل کیا ہو گا؟ یعنی آپ تو عمل کرتے ہیں لیکن رُد عمل کو ہمارے لوگ وہ اتنے بیوقوف ہیں کہ پھر بھی بھی کسی معاملے کے بعد عمل کو نہیں دیکھتے ہیں۔ بلکہ یہ ظلم اور ناصافی ہے کہ کہیں ہماری establishment کی اگر ضرورت پڑی کہ لوگوں کو لڑاؤ، اور قوموں کی بنیاد پر ضرورت پڑی تو قومیت لسانیت کی بنیاد پر ایک پارٹی اپنے ہاتھ میں لیتی ہے دوستوں سے لڑادیتی ہے جیسے کہ ابھی دوستوں نے کراچی کی مثال دی کہ ضیاء الحق نے اپنے وقت میں جب ایم کیو ایم بنائی، تو یہ لسانی پارٹی اس لیے بنائی تاکہ دوسری قوموں سے لسانیت کی بنیاد پر، سندھی اور پشتون سے لڑائیں اور ان سے اپنے مقاصد پورا کریں۔ پھر جب دوسرا وقت آ جاتا ہے کہ یہ انکے لیے صحیح نہیں ہو پھر اس طرح کرتے ہیں کہ قومیت، علاقائیت یا اسلام میں نہیں ہیں یہ فتویٰ بھی اس سے دلوایا جا رہا ہے۔

تو جناب اپیکر! یہ اسلام کے حوالے سے ڈرامے اور دھوکے ہیں۔ اب آپ اسلامی نظام بھی نافذ نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اسی بنیاد پر آپ لوگوں نے جہاد کے نام پر ایک تنظیم بنائی اور پوری دنیا میں آپ نے جہاد شروع کروادیا اور سرپرستی آپ کر رہے تھے۔ لیکن اب وہی لوگ جنہیں آپ مجاهد کہتے تھے آج انکو ہمشترک دردار دیتے ہیں۔ تو جناب اپیکر! یہ کیسے؟ ہم سیاستدان بھی ایسے نہیں ہیں ہم سب یہ بولتے ہیں کہ یہ ہمشترک دری ہے یہ ناجائز ہے۔ تو کل یہ آپ کیوں نہیں کہتے تھے لیکن آج آپ کہتے ہیں تو اس کا مطلب ہے بلکہ یہاں تک کہ طالبان یہاں غلط انگلستان میں صحیح ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں ان حقائق کو اگر سامنے نہیں لاتے جناب اپیکر! ہم صوبائی اسمبلی بلوچستان میں بحث کر کے امن و امان کے کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکتے نہ قومی اسمبلی میں۔ اگر ہم ان اسباب کی طرف جائیں اور آج یہ بات تسلیم کر لیں کہ اگر کوئی مجھ سے یہ مطالبہ کرے کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا ہے اور پاکستان کے آئین کے اندر یعنی اسلام پاکستان کا مملکتی مذہب ہو گا۔ اب اس آئین کی شن نمبر 2 پر آج حکومت فوری طور پر عملدرآمد کر لے۔ کم از کم وہ طبقات وہ لوگ جو آج اس بنیاد پر ملک میں بر سر پیکار ہیں کہ وہ اسلامی نظام کا مطالبہ کرتے ہیں تو کم از کم ان کے ہاتھ میں ایک چیز تو آ جاتی ہے اور ان تو توں کا تومقاہ کر سکتے ہیں ”کہ میرے بھائی! آپ کس لیے پہاڑوں میں گئے ہیں آپ کس لیے لڑتے ہیں؟ آئین پاکستان پر

عملدرآمد ہو رہا ہے ہمارے آباؤ اجداد کی قربانیاں رنگ لارہی ہیں اور اسلامی نظام نافذ ہے تو پھر ہم وہ کہہ سکتے ہیں۔ لیکن نہیں، اگر جس دن آپ نے پارلیمنٹ میں اسلام کی بات کی وہ آپ کامڈاں اڑا کیں گے اور کہیں کے کہ مولوی صاحب کو آج اسلام یاد آ گیا۔ اب جب یہ بات آپ کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اسلام اور مذاق اور چیف منستر صاحب نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ پاکستان کی ریاست کا کوئی مذہب نہیں ہونا چاہیے یہ بھی ایک افسوسناک خبر ہے۔ تو جناب اسپیکر! جب ہمارے چیف منستر صاحب بھی اس قسم کا بیان دے دیں تو لوگوں کا رد عمل کیا ہوگا۔ جس صوبے کا چیف منستر ہوں تو اس صوبے کے لوگ جب محسوس کر لیں کہ پارلیمنٹ میں اور اسمبلی میں ہم جا کے ہمارے مقاصد پر جس کیلئے ہمارے آباؤ اجداد نے قربانیاں دی تھیں اُس پر عملدرآمد تو درکنار اُس سے تو لوگ تکمیل انکار کرتے ہیں۔ تو جناب اسپیکر! جب تک اس ملک میں اس آئین کے مطابق اسلامی نظام کا اعلان نہیں کریں سو فعہود سیکولر بنیں سو فعہود دُنیا کے سامنے label بنیں لیکن اس ملک میں سکون نہیں آئیگا، روز اس سے بڑھ کے دھماکے ہوں گے۔ کل حرمٰن ملک کا بیان کہ ”آنے والے دونوں میں بہت زیادہ خون خراہ ہوگا“، تو میں سمجھتا ہوں جناب اسپیکر! اگر آپ لوگوں کو صوبائی خود مختاری کے حوالے سے جو کہ متعدد ہندوستان کے وقت میں بھی لوگوں کا یہی مطالبہ تھا، ہندوستان بننے کے بعد لوگوں کا بھی یہی مطالبہ تھا“ کہ ہمیں صوبائی خود مختاری اپنے وسائل پر اختیار دے دیا جائے“، لیکن ہمارے وسائل اور ہمارا آئین یہی کہتا ہے۔ فرض کریں گیس ہمارے صوبے سے نکلتی ہے اسکے حوالے سے آئین کے آڑیکل 157 میں کہ سب سے پہلے اُسی صوبے کا حق بتا ہے ترجیح اُسی صوبے کو دینی چاہیے وسائل کے اعتبار سے بھی رائیلی کے اعتبار سے بھی اور لوگوں تک پہنچانے کیلئے بھی۔ لیکن جناب اسپیکر! جب ہمارے ساتھ یہ رویہ ہو صوبائی capital میں بھی پچپیں تیس سال بعد گیس پہنچتی ہے اور پھر capital کے اندر بھی لوگوں کو گیس نہیں ملتی پورا بلوچستان تو چھوڑو کہ کہتے ہیں کہ پہلے اُسی صوبے کو ترجیح دینی چاہیے۔ جب ہم قرارداد میں پاس کر کے اور ہم آئین پاکستان اُنکے سامنے رکھیں۔ ہم وہاں جا کے کہ خُدارا! اس پر عملدرآمد کرو اور کسی بات کا ہمارا مطالبہ نہیں۔ لیکن وہاں سے جواب ملتا ہے کہ اس آئین کا مطالبہ کرنا یہ غداری ہے۔ اب جب ہمیں غداری کا لقب دیا جاتا ہے تو ہمارے لوگوں کا رد عمل کیا ہوگا جناب اسپیکر! آج جو ہم کہتے ہیں کہ مذاہمت کار پھاڑوں پر ہیں۔ کبھی جان صاحب کو حکومت دی جاتی ہے کہ یہ وہاں اُن سے ٹھیک بات کر سکتے ہیں، پھر نوابِ اسلام کو کہ یہ ٹھیک بات کر سکتے ہیں، آئندہ پھر ڈاکٹر عبدالمالک صاحب کو یہ task دیا گیا ہے کہ ہمارے حقوق یہ لوگ ہمارے دروازہ پر لا سکتے ہیں۔ تو جناب اسپیکر! میں آج واضح کہتا ہوں کہ اُن دونوں نے لائے نہ ڈاکٹر عبدالمالک انکے دروازہ پر لا سکتے ہیں جب تک فیدرل گورنمنٹ

یہ فیصلہ کر لے کہ 65 سال سے جو ہم نے بلوچستان کے حقوق سلب کیئے ہیں۔ تو یہ نہ ڈاکٹر عبدالمالک صاحب نہ کوئی اور ہمارے دروازوں پر لاسکتا ہے اور نہ یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ تو جناب اسپیکر! یہ ساری صورتحال آج جو ملک میں آزادی کی باتیں ہو رہی ہیں، کیوں؟ کیونکہ ہمارا ملک اور ہندوستان ایک دن آزاد ہوا تھا۔ لیکن ہندوستان منظم ہوتا چاہا ہے اور ہمارے ملک کے اندر روز، ہر ایک زبان سے، کبھی الاطاف حسین بیان دیتا ہے کہ ملک تھوڑے نے تک معاملہ پہنچ جاتا ہے۔ کبھی بلوچستان سے علیحدگی کی آوازیں اٹھتی ہیں کبھی خبر پختونخوا سے علیحدگی کی آوازیں اٹھتی ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ان آوازوں پر کیوں غور نہیں کرتے۔ آج لوگ کہتے ہیں کہ ہم مذاکرات کریں گے۔ آج میں نے اخبار میں پڑھا کہ کابینہ میں فیصلہ ہوا ہے کہ ہم آل پارٹیز کا نفرس گلا سمیں گے۔ جو ہمارے صوبے کے ناراض بھائی ہیں ان سے مذاکرات کریں گے۔ میں ڈاکٹر صاحب سے آج یہ پوچھنا چاہتا ہوں میں ان لوگوں کے طریقہ کار سے واقف ہوں کہ انکے ہاتھ میں کیا چیز ہے؟ یعنی یہ کون ہو سکتا ہے کہ اگر آپ کے ہاتھ میں کچھ ہونہ آپ کوئی mandate ہو، آپ اُنکے پاس جا کے اُنکے سامنے یہ تو رکھ دیں کہ بھائی ملک تو اب علیحدہ نہیں ہو سکتا لیکن یہ آئینی حقوق آپ کو مل سکتے ہیں یہ میری ذمہ داری ہے یہ آپ کے پاس ہے آپ کو ہماری وہ طاقتور قویں ہی دیتی ہیں اگر نہیں دیتیں تو آپ صرف جا کے کہ ”بس خدا لیلے ہم آئے ہیں آپ نے جتنی بھی بگاڑ کی ہے وہ کر لی ہے لیکن ہمارے خاطر“۔ میرے خیال میں یہ بات محال ہے، اور آج جو نواز شریف صاحب کبھی کسی کے پاس جاتے ہیں کبھی کسی کے پاس، کبھی کہتے ہیں کہ عمران خان مذاکرات کریں کبھی کہتے ہیں کہ مولانا فضل الرحمن مذاکرات کریں کبھی کہتے ہیں کہ منور حسن۔ لیکن جو بھی ہو جب تک منور حسن ہو، مولانا فضل الرحمن ہو، محمود خان ہو، عمران خان ہو، جو بھی خان ہو لیکن جب تک آپ انکو آئین کی یہ کتاب اور یہ surety نہیں دیں گے اس وقت تک یہ لوگ نہ پہاڑوں سے اتریں گے نہ یہ مشکل کبھی ختم ہو گی۔ تو جناب اسپیکر! جب معاملہ یہ ہو، تو اس صورتحال میں میں سمجھتا ہوں کہ بلوچستان اسمبلی، یہاں سے امن و امان کے حوالے سے اور اُنکے اسباب اور اُنکے لیے کہ جب تک آئین پر عملدرآمد نہ ہو اور ان دو مطالبوں کے حوالے سے واضح یقین دہانی نہ ہو تو مذاکرات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا نہ وہ لوگ پہاڑوں سے اتریں گے نہ کوئی آپ کے دروازہ پر آتا ہے، لیکن جناب اسپیکر! یہاں ہمارے جو صوبائی حالات ہیں میری حکومتی دوستوں سے بھی یہ گزاریش ہے اور روایتی معاملات سب سے پہلے ہمیں چھوڑنا چاہئیں۔ اگر بار بار ڈاکٹر صاحب یا کسی حکومتی رکن کے بیانات اور اس اسمبلی floor پر ہمیں یہی جواب ملتا ہے کہ ”حالات میں بہت بہتری آئی ہے“۔ تو میں نہیں سمجھتا ہوں کہ بہتری کی کوئی صورت نکلی ہے۔ اور نہ ہم اس پرخوش ہیں کہ امن و امان اسی طرح جاری رہے، ہم خوش ہیں کہ اللہ

کرے کہ امن قائم ہو جائے۔ لیکن جتنے بھی واقعات ان چھ مہینوں میں ہوئے ہیں۔ وہی تسلسل جاری ہے کسی واقعہ میں نقصان کم کسی میں زیادہ، یعنی نقصان جب اللہ نے کم کیا ہے یہ تو اس کی مہربانی ہے ورنہ ان غواہ بارے توان اُسی طرح ہے۔ نہ ان غواہ بارے توان بند ہو گیا ہے نہ مسخ شدہ لاشیں بند ہو گئی ہیں۔ بلکہ خود ڈاکٹر صاحب کا بیان میں نے پڑھا اور اس پر ہم نے پرلیس کا فرنس بھی کی ڈاکٹر صاحب نے اپنی ناکامی کا اعتراف کر دیا ہے کہ ”ہم مسخ شدہ لاشوں اور لاپتا افراد کے حوالے سے ناکام ہو گئے ہیں“۔ پھر کیوں اسمبلی میں یہ کہتے ہیں ”کہ بالکل کامیابی ہے، خوشحالی ہے“۔ یہ تو کہیں کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ لیکن ہمیں اس کا جواب کیوں ملتا ہے کہ یہ ہے۔ لاپتا افراد ابھی بھی۔ آپکی ماں میں اور بہنیں یہاں سے کراچی گئی ہیں اور وہاں سے سندھ کے راستے بلوچستان میں داخل ہو رہی ہیں اور دنیا کو یہ دکھانا چاہتی ہیں کہ ہمارے نمائندے ہمارے زخمیوں پر مر ہم نہیں رکھ سکتے لہذا ہم نکلے ہیں۔ بلکہ حاصل بزنجو صاحب کا بیان میں نے پڑھا انہوں نے کہا ہے کہ ”ہمیں حکومت مل گئی ہے اختیارات نہیں ملے ہیں“۔ یہ ایک حقیقت ہے ایک اچھا اعتراف ہے، میں اس کا خلائقی برتری سمجھتا ہوں کہ انہوں نے ایک اخلاقی برتری حاصل کی ہے اور میں انکو داد دیتا ہوں۔ لیکن اسکے بعد کیوں اس ذمہ دار فورم پر ہمیں یہ جواب ملتا ہے ”کہ نہیں، نہیں ہم با اختیار ہیں یہ سب کچھ ہم کر رہے ہیں“۔ یہ ایک تسلسل ہے اور ان دہشتگردوں کی یہ لہرجو جاری ہے وہ اپنے طریقے سے وار کرتے ہیں آپکی اس بات کا انتظار نہیں کرتے کہ آپ نے کنٹرول کیا ہے۔ جب تک ان تمام عوامل پر غور نہ ہواں پہ ہم بیٹھنے جائیں اور ان قوتوں سے ہم نے ان دو باتوں کی کہ اسلامی نظام، پاکستان کا مملکتی مذہب اسلام اور پاکستان کی ہر کامی کو پناہ دیا جائے، جب تک یہ دو باتیں طے نہ ہو جائیں تو میں سمجھتا ہوں ہمارا حشر یہی ہو گا۔ لہذا ہم سب کو اس پر متفق ہونا چاہیے ہم ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچنے کی کوشش نہ کریں۔ آج ڈاکٹر صاحب چیف منسٹر بننے ہوئے ہیں کل کوئی اور بن جائیگا، یہاں ہم سارے بھائی ہیں دوست ہیں یہی جمہوریت کی خوبصورتی ہے یہی جمہوریت کا حسن ہے۔ ہم ایک دوسرے کے خلاف ایکشن لڑتے ہیں۔ جمہوریت کا مقصد یہ ہے کہ ہم مشترکہ ایک دوسرے کو بلوچستان کے زاویہ سے دیکھیں نہ اس زاویہ سے کہ یہ اپوزیشن ہے یا یہ حکومت ہے نہ اس زاویہ سے کہ یہ بلوج ہے یہ پشتوں ہے، یہ پنجابی ہے یا یہ سندھی ہے، لہذا ہم سب کی ذمہ داری ہے، جن لوگوں نے ہمیں دوٹ دیا ہے وہ بھی ہمارے بھائی ہیں اور جن لوگوں نے نہیں دیا ہے اُنکے حقوق بھی اس معزز ایوان کے ساتھ وابستہ ہیں۔ لہذا ہماری بد قسمتی یہ ہے۔ میں کسی اور وقت اس بات کو واضح کر دیتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب کے اس معاملے میں جو انکے پہلے وعدے تھے ہمارے اس ہاؤس کے حوالے سے اس اسمبلی کے حوالے سے حکومت بننے

کے وقت۔ میرے خیال ڈاکٹر صاحب نے اپنے وعدوں سے بھی انحراف کرنا شروع کر دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ڈولپمنٹ کے حوالے سے، جناب اسپیکر! ایک بات جب چیف منستر بننے کے وقت کہ ”بلوچستان کی ایک روایت ہے کہ ہمیں سب کو ساتھ لے کے چلنا ہوگا“، تو انہوں نے کہا ”کہ جو بھی حکومتی ارکان کو اسی حوالے سے ملے گا وہی اپوزیشن کو بھی ملے گا۔“ پھر جناب اسپیکر! 65 اراکین اسمبلی کے حوالے سے انہوں نے تقسیم کر دیا۔ لیکن بعد میں PSDP کیلئے حلقوں پر تقسیم کر دیا تو جناب اسپیکر! وہ بھی 65 اراکین اسمبلی کے حوالے سے انہوں نے تقسیم کر دیا۔ جب آنکھوں کیا کردیا یہ میں نے کیا کردیا یہ حساب جب مجھ سے ہو گیا تو اس دن تمام اپوزیشن والوں کا کہ ہم آپ کو PSDP میں ڈولپمنٹ کے فنڈ رہنیں دے سکتے۔ تو وہ روایات جو وہ پہلی بات اب ڈاکٹر صاحب کی اس بات پر ہم اعتماد کر لیں یا آج کی بات پر۔ میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب کو یہ زیب نہیں دیتا کہ انہوں نے تقسیم کرنے کے وقت بھی انکا ضمیر یہ اجازت نہیں دیتا کہ میں کیوں حکومتی ارکان پر تقسیم کر دوں کیونکہ 65 کے اراکین اسمبلی وہ عوام کے نمائندے ہیں۔ اسی وجہ سے اپنے ضمیر کا فیصلہ انہوں نے اور وہ تقسیم کے سارے فارموں لے ادھر پڑے ہیں۔ اور اب جب انہوں نے کر دیا میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس روایت سے انحراف ہے اور جناب اسپیکر! انحراف نہیں ہونا چاہیے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ بلوچستان اب تک اسی طرح چلا آرہا ہے۔ اور یہ بلوچستان کے لوگوں کا کہ ”ہم روایتی لوگ ہیں ہم روا دار لوگ ہیں ہم ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں“، تو یہی احترام ہے اس وجہ سے میں سمجھتا ہوں کہ ادھر بھی ڈاکٹر صاحب نے اپنے وعدوں سے آہستہ آہستہ انحراف شروع کر دیا ہے۔ اب امن و امان بھی اسی طرح ہے جیسے پہلے تھا۔ لیکن ہم بھی دعا کرتے ہیں وہ بھی دعا کر لیں اور ہم اپوزیشن امن و امان قائم کرنے میں ڈاکٹر صاحب حکومتی ارکان سے تعاون کیلئے تیار ہیں، اسکے باوجود کہ انکی بے انصافی اور ان سارے حالات کو دیکھتے ہوئے پھر بھی اس عظیم مقصد کیلئے ہم حکومت کے ساتھ ہیں۔

وَآخِرُ الدُّعَوَاتِ عَنِ الْحَمْدِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مہربانی مولا نا واسع صاحب، پنس احمد علی Please take the floor.

ڈاکٹر عبدالمالک بلوج (قائد ایوان): جناب اسپیکر! میں صرف ایک منٹ لوں گا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی، جی۔

قائد ایوان: لا اینڈ آر ڈر کا ایک طریقہ کار ہے عموماً سینٹ میں یا قومی اسمبلی میں اپوزیشن لیڈر یہ شروع کرتا ہے اور conclude مسئلہ کرتا ہے۔ اب یا تو یہ ہے کہ اپوزیشن لیڈر آپ بیشک پنس کو دے دیں۔ میں just mention کرتا ہوں کہ اپوزیشن لیڈر کے بعد پھر کسی کو اعتراض نہ ہو، ہاں! میں یہی کہتا ہوں کہ اگر

سب کو بولنا تھا تو اپوزیشن۔۔ (داخلت۔) روایت ہی ہے باقی floor آپ جس کو دینا چاہتے ہیں دے دیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: یہ میرے خیال میں پچھلے اجلاس سے شروع ہے۔

مولانا عبدالواسع: جمالی صاحب اُس دن بیٹھے تھے، انہوں نے time نہیں دیا تھا۔

محترمہ حسن بانورخثانی: پوائنٹ آف آرڈر جناب اسپیکر؟

محترمہ یاسمن بی بی لہڑی: ہم جو اسپیکر صاحب کے ساتھ پہلے سے جو جا چکے تھے تو وہ sequence اُسی

حساب سے ہوتا تو زیادہ بہتر تھا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی جی۔

محترمہ حسن بانورخثانی: پوائنٹ آف آرڈر جناب اسپیکر! میں صرف یہ point آپ سے کہنا چاہتی ہوں کہ

امن و امان کے حوالے سے بحث ہو رہی ہے۔ اس بات کا اندازہ آپ quorum سے لگاسکتے ہیں کہ اپوزیشن

کتنی sincere ہے اور حکومت کتنی کتنی ہے؟ Thank you very much.

میر سرفراز احمد بگٹی (وزیر داخلہ و قبائلی امور): ہمارے ساتھی نماز پڑھنے کیلئے گئے ہوئے ہیں اور لاءِ اینڈ آرڈر

پر بحث ہو رہی ہے میں بحیثیت ہوم منستر ایوان میں بیٹھا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: نماز کا وقفہ کیا تو لمبا چلے گا۔

سردار عبدالرحمن کھیتران: جناب اسپیکر! پوائنٹ آف آرڈر، امن و امان پر بحث چل رہی ہے اس میں

ہوم منستر صاحب تشریف رکھتے ہیں میر اتو خیال تھا کہ C.M صاحب بھی بیٹھے ہونگے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: C.M صاحب آئینے میں بیٹھے ہوں گے۔

سردار عبدالرحمن کھیتران: ابھی نکل گئے ہیں شاید اپنے چیمبر میں ہونگے۔ میں ایک واقعہ کی طرف اس ایوان

کی اور خاص کر ہوم منستر صاحب کی توجہ ملانا چاہتا ہوں کہ سریر شام، ہوم منستر کا تو سینکڑہ ہوم ہے بارکھان، رکھنی کے

بازار کو گھیراؤ کر کے دموڑ سائکلوں پر چھ بندے آئے ہیں اور مکمل بازار کو، اس سے چار، پانچ دن پہلے بلکہ دس

دن پہلے انہوں نے وہاں پنجابیوں کو مغرب سے بھی پہلے لوٹا، کشمیری ہیں وہاں بیکری کا کام کرتے ہیں۔ رات

پولیس کی موجودگی میں O.H.S. وہاں کام مقامی، بزدار ہے، وہ وہاں موجود تھا، مکمل بازار تمام بیکریاں، تمام ہو ٹلنے،

تمام ڈکانیں پورے بازار کو دن ناتے ہوئے لوٹ کے فائر گنگ کرتے رہے اور پولیس کی طرف سے اُنکے خلاف

کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ تو میں ایوان کی توجہ اور خاص کر ہوم منستر اور M.C. صاحب کی توجہ ملانا چاہتا ہوں کہ

اس سے دس گیارہ دن پہلے بارکھان شہر میں وہاں ایک بُرگ ہستی حاجی محمود کے گھر پر فائر گنگ کی ہے اسکا

ٹرانسفارم اڑایا ہے۔ تو بارکھان میں لاءِ اینڈ آرڈر کی صورتحال یہ ہے اس پر مہربانی کر کے آپ انکو ائمی کرائیں کہ رات کا واقعہ آپکا گھر ہے، باقی امن و امان پر بحث ہوگی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ہوم فنڈر صاحب! آپ اس situation کو دیکھیں میرے خیال میں ضروری ہے۔
محترمہ حسن بانور خشانی: جناب اسپیکر! پونٹ آف آرڈر، اگر quorum پورا نہیں ہے تو نماز کے بعد اجلاس شروع کر لیتے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: quorum پورا ہے دوبارہ کوئی نہیں آیا گا۔۔۔ (ماغلت) جو ہاؤس میں بیٹھے ہیں ہم گنتے ہیں۔ محترم! آپ بیٹھیں بابت لالا کے آنے سے دیے بھی quorum پورا ہو جاتا ہے۔ quorum پورا ہے۔ جی پرنس احمد علی صاحب۔

پرنس احمد علی: شکر یہ اسپیکر صاحب۔ امن و امان کے بارے میں جو بحث ہو رہی ہے اور میں سمجھتا ہوں leader of the opposition نے بڑی مفصل، جامع طریقے سے اپنا موقف پیش کیا ہے اور یقیناً جو نقطہ پیش کیا ہے کہ پاکستان ایک فلاجی مملکت ہے، فلاج و بہبود سے اس کا گہرا تعلق ہے۔ اور ہمارا دین بھی اس چیز کی گہرا ہی میں جاتا ہے کہ ہم ہر علاقے میں، ہر طبقے میں فلاج و بہبود کو فروغ دیں۔ بلوچستان میں امن و امان کی صورتحال کب سے بدتر ہو گئی؟ کس طرح deteriorate ہوئی؟ وہ ہم سب کے سامنے ہے کہ جو چند اہم واقعات ہیں جو رونما ہوئے ہیں جس کے بعد میں سمجھتا ہو کہ آزادی کی بھی لہر پر بھی زور ہوا۔ اور ان معاملات میں مزید بگاڑ آیا۔ اور اسکے ساتھ جو ان غوا برائے تاوان کا معاملہ ہے جو criminal minded لوگ ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ حکومت اور وزیر داخلہ صاحب اس سلسلے میں یعنی ان دونوں معاملات کو کہ جو آزادی کی لہر کو چلا رہے ہیں، اُنکے ساتھ ہم کس طرح deal کریں اور ان غوا برائے تاوان جو criminal minded elements ہیں اُنکے ساتھ ہم کس طرح deal کریں۔ اور جو C.P.A. بُلائی جا رہی ہے، آیا یہ صرف اُن نکتوں کو cover کرنے کیلئے یا اُن معاملات پر غور کرنے کیلئے ہم اپنی رائے دیں اور پورا پار یمان اُس میں یکجا ہو کہ جو آزادی کی لہر کی بات کر رہے ہیں، ہم اُن پر focus کریں گے یا ہم ساتھ ساتھ جو social values ہیں اور دیگر جو ان غوا برائے تاوان ہیں اور criminal minded elements ہیں ان پر غور کریں۔ تو میں سمجھتا ہو کہ دونوں طرف یعنی C.P.A کا معاملہ نہ صرف جو کہ insurgents elements ہیں اُنکی طرف توجہ ہو۔ بلکہ ساتھ targetted operations کی طرف بھی جائے۔ اور وہ جو ان غوا برائے تاوان اور معاشرے کی جو دیگر رہائیاں ہیں اُس طرف ہم focus کریں۔ اور یقیناً میں سمجھتا ہوں کہ اگر جب ڈولپمنٹ آئے گی، ترقی

آئے گی، خوشحالی آئے گی تو ذہن بد لے گا۔ اور جب عدل و انصاف ہو گا تو یقیناً ذہنوں کے انتشار میں بھی کمی آئے گی۔ اسمبلی ایک اہم نکتہ میں لانا چاہتا ہوں وہ بلوچستان کا نشیبلری کی، کہ اسکی جو formation ہوئی، یہ اسکے متعلق جو قائم ہونے کا سلسلہ ہوا وہ اسی لیے ہوا کہ بلوچستان کا نشیبلری قائم کی جائے تاکہ وہ F.C کے ایک parallel force بنے، جن کو باقاعدہ ٹریننگ ملے اور وہ اس طرح ہو کہ بہتر سے بہتر طور پر بلوچستان کے اندر امن و امان کے سلسلے میں اسکی کار دگردی آئے۔ مگر بدقتی سے میں سمجھتا ہوں کہ وہ ٹریننگ یا وہ سلسلہ نہیں ہوا۔ اور مجھے حال ہی میں پتا چلا ہے کہ بلوچستان کا نشیبلری کی جو بلڈنگ ہے، پچھلے گیارہ مہینے سے وہاں بھی نہیں ہے۔ اب جب وہاں بھی نہیں ہے تو ظاہر ہے پانی بھی نہیں ہے تو وہ جوان جس سلسلے میں وہاں رہ رہے ہیں جس طریقے سے رہ رہے ہیں میں سمجھتا ہوں کے اندر frustration بھی جنم لے گی۔ تو ہم ان نکتوں کو بھی focus کریں ان چیزوں کو بھی دیکھیں اور بلوچستان میں امن و امان کے معاملات کو ایک بہتر انداز سے tackle کریں۔ اور میں سمجھتا ہوں کے ہمارے اندر وہ capability وہ صلاحیت موجود ہے اور ہم ایک عزم لے کر چلیں کہ بھی ہمیں اس صوبے میں امن و امان قائم کرنا ہے، علاقے کی فلاخ و بہبود کو، اُس concept کو سامنے رکھنا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مولانا صاحب نے جو نقطہ سامنے رکھا ہے فلاخ و بہبود کا اور آئین کی ذمہ داری کا جو ذکر کیا ہے یہ ایک اہم نکتہ ہے اس پر ہم focus کریں تو انشاء اللہ و تعالیٰ We will get to a better result.

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی جعفر خان صاحب۔

شیخ جعفر خان مندوخیل (وزیر مال، ایکسائز اینڈ میکسیشن، ہٹرانسپورٹ): جناب اسپیکر! لاءِ اینڈ آرڈر اور صحافیوں کے معاملات پر تو کچھ ہم بول گئے ہیں لہذا میں لمبا نہیں کروں گا کیونکہ اور معاملات بھی آپ نے نہ مٹانے ہیں۔ حقیقتاً جب سے افغان مہاجریں آئے ہیں، وہیں سے ہی لاءِ اینڈ آرڈر خراب ہوا ہے، اسی کے ساتھ مذہب پرست بھی شروع ہوئی ہے، وہی اسلام ادھراں طرف والوں کے ہاتھ میں بھی آیا ہے۔ انہوں نے بھی اُسکو بے دریغ بلوجوں کے نام پر استعمال کیا ہے کہ ”ہم تو بہت خیر و خواہ ہیں“۔ حالانکہ میں اُس وقت تک انکو خیر خواہ نہیں کہہ سکتا ہوں جب انہی بلوجوں کا پانی کاٹتے ہیں، انہی بلوجوں کی بجلی کاٹتے ہیں، انہی بلوجوں کی گیس اڑاتے ہیں۔ اُس وقت تک میں انکو خیر و خواہ نہیں کہہ سکتا ہوں، بہر حال نظریہ اور سوچ ہر ایک کا ہوتا ہے۔ کیونکہ ہمارا کام ان لوگوں کو سہولت دینی ہے۔ سیاستدان کا کام نظام لانا ہے جس میں ان لوگوں کو ایک facility ملے، وہ کارروائی قطعاً نہیں کرنی ہے۔ جس سے تو پھر وہ لوگ بھی صحیح ہو گئے ہیں۔ بولتے ہیں کہ ان

لوگوں کو شہید کرنے کیلئے خود کش دھاکہ کرتے ہیں کہ یہ جنت جائے گی اس سے زیادہ انکو اور کیا چیز چاہیے۔ تو پھر وہ بھی منطق صحیح ہے کہ جو مر جاتے ہیں اور شہید ہو جاتے ہیں، بولتے ہیں جنت میں چلے جاتے ہیں۔ یہ بھی ہم کو جنت میں پہنچانے کیلئے سردی سے مارنا چاہتے ہیں اور حکومت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میرے گھر کی گیس بند ہو گئی تو میں نے سلنڈر سے کھانا پکانا شروع کر دیا۔ گیس کا ہیٹر نہیں چل رہا تھا تو بجلی کا ہیٹر لگا دیا، بجلی کم ہو گئی تو جزیئر چلا دیا۔ یہ سارے جو صاحبِ حیثیت ممبران ہیں اُنکے لیے ہیں زور تو عوام پر پڑتا ہے جس غریب کا چولہا جلتا ہے نہ ہیٹر، ہیٹر سے کتنے لوگوں کی اموات ہوئی ہیں۔ یہ ساری چیزیں امن و امان کا حصہ ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ بیشک negotiation تو انکے ساتھ بھی کریں اُنکے ساتھ بھی دوسروں کے ساتھ بھی کر لیں۔ لیکن ایک جو گورنمنٹ کا کام ہے وہ اپنی writ establish کر لے اگر کوئی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کے خلاف action لے۔ ہاں پھر settlement ہو جاتی ہے پھر آتے ہیں دونوں اُس معاشرے کا حصہ بنتے ہیں۔ یورپ اور دنیا میں یہ بھی ہوتا ہے اُسکو then law abiding citizen کا درجہ دیتے ہیں۔ جب تک وہ out-law کی کارروائی کرتے ہیں۔ out-law میں انکو گنتا ہوگا۔ جو کچھ بھی ادھر اس وقت صوبے میں ہو رہا ہے۔ ایک تو وہ سیاسی حوالے سے چاہے وہ اُس side پر ہو رہا ہے چاہے ادھر اس side پر۔ ہم بھی اسی معاشرے کے لوگ ہیں اسی اسمبلی میں یہ لوگ بھی بیٹھ رہے ہیں۔ کیا اُس وقت یہ اُسکے بہت پاک تھی یہی قالین اور یہی کر سیاں تھیں آج یہ اُسکے خراب ہو گئی اور ہم قوم کے خدار ہو گئے اور وہ آسمان سے آئے ہوئے ہیں۔ نہیں، ہم بھی اس قوم کے لوگ ہیں وہ بھی اس قوم کے لوگ ہیں، صرف سوچ کا فرق ہے۔ خدار! ٹھیک ہے تحریکیں چلتی ہیں لیکن وہ کام مت کرو جس سے عوام اور لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ خود بخود وہ corner ہو جائے گی کوئی نہیں رہے گا۔ بندوق کے زور پر کسی کو کتنا ڈراوے گے؟ میں تو ڈر کے مارے دو دن تک نہیں نکلوں گا تیرے دن کہوں گا کہ دیسے ہی مرنا ہے مجھے نکلا ہے کیا فائدہ ہوا؟ یعنی کسی زمانہ میں یہ مددی movements تھی پوری قوم اُسکے پیچھے کھڑی تھی آج اپنے آپ کو بالکل corner کر کے ایک side پر ہے، لوگ اُسکو ہشتنگر دکانام دیتے ہیں۔ ادھری اسی طرح جو ادھر ہوتے ہیں، جو بلوج areas میں سرچار کے نام سے یا قومی، میں مانتا ہوں وہ قوم کے غنوار ہونگے لیکن جو طریقہ کارہے وہ قوم کیلئے تکلیف کا باعث بن رہا ہے اسی قوم کیلئے وہ تکالیف پیدا ہو رہی ہیں جس میں سے وہ بھی ہیں اور ہم بھی ہیں۔ ہم بھی کوئی اچھوٹ نہیں جو باہر سے آئے ہوئے ہیں یا صرف ڈر سے مُنہ بند کر دیں کنام نہ لیں۔ نہیں یہ ڈر اور خوف اب جاتا رہا ہے یہ تو اُس وقت تک رہتا ہے جب انسان یہ سمجھ جاتا ہے کہ تین دن تک میں ڈرونگا اُسکے بعد وہ کروں گا،

مرنا ہے مرجائیں، ہم بھی شہید ہو جائیں گے یہ فائدہ تو ہمیں پہنچ جائیگا جنت میں پہنچ جائیں گے۔ ایک تو یہ element ہے اسکے ساتھ تو سب سے پہلے میں خود اس کا حامی ہوں سیاستدان، سیاست یہ ہوتی ہے یورپ میں جنگیں لڑی گئیں پھر صلح صفائی ہو کر کے وہ کسی table پر آگئے۔ لیکن کب تک؟ گورنمنٹ کو انکو control کرنا ہو گا یا تو ceasefire کر دیں کہ ہم کوئی غلط کام نہیں کریں گے نہ کوئی تحریک کاری کریں گے چلو! بات کریں۔ میں سمجھتا ہوں سب بتیں اُنکے ساتھ مان لیں جو پاکستان کے آئینے کے دائرے میں آتی ہیں۔ لیکن اُس وقت تک تو اگر یہ کارروائی بھی چلی جائیگی پھر میں نہیں سمجھتا ہوں کہ کس چیز کی بات چیت؟ اُس وقت تک ہمیں ان چیزوں کو دیکھنا ہو گا کہ آیا یہ قوم کیلئے تکلیف کا باعث بن رہی ہیں وہ بھی دیکھ لیں کہ ہم کیوں corner ہو رہے ہیں۔ بزرگ بندوق اگر آپ کسی کو سیدھا کرتے ہیں، ٹھیک ہے آپکے سامنے نظرہ زندہ باد بھی لگا لیں گے لیکن پیچھے تو وہ پھر مخالف ہو جاتے ہیں۔ اُس دن ہمارے MNA صاحب کے ساتھ وفد آیا تھا، اسی area کا تھا کہ بھی ہمارے باغات سوکھ گئے ہیں پانی سوکھ گیا ہے۔ اگر کوئی باہر جاتا ہے تو اُس سے موبائل چھین لیتے ہیں یا پھر دوسرا واقعہ ہو جاتا ہے۔ ہم بھی مجبور ہیں آخر اسی قوم کے لوگ ہیں، ہم بھی جواب دینے گے۔ اور اُس طرف سے بھی یہی جذبات پائے جاتے ہیں کہ بھی ٹھیک ہے ہم لوگ۔ اُدھر بھی واقعات ہوئے ہیں۔ لوگوں نے retaliate کرنے ہیں اب وہ position آگئی ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں، میں بحیثیت بھائی ان سے کہونگا اور اُنکے لیے بھی یہ مشورہ ہے کہ اپنے آپ کو اتنا corner نہیں کریں کہ لوگ اتنی نگ آ کر روڑوں پر نکلنا شروع ہو جائیں۔ آج وہ position پہنچ چکی ہے۔ حقوق حاصل کرنے کیلئے میں سمجھتا ہوں کہ جمہوری طریقہ اور جمہوری جدوجہد جو آج تک proof ہوئی ہے، وہ best ہے۔ اور حقوق ہمیں دینے بھی چاہئیں چاہیں، مرکزوں ہمارے حقوق دینے چاہئیں اور چاہیں ہم ہوں تو ہمیں لوگوں کے حقوق دینے چاہئیں میں سمجھتا ہوں اس پر کوئی دو رائے نہیں ہونی چاہئیں۔ لیکن طریقہ کار میں سمجھتا ہوں غلط ہے۔ ایک یہ جو موجودہ situation جو صوبے میں develop ہوئی ہے، انداز براۓ تادان، یہ criminal activities میں آتا ہے۔ ہائی وے criminal activities یہ بھی robbery میں آتا ہے۔ black شیشے لگا کر کلاشکوف ساتھ اٹھائے ہوئے ہیں، جس کے قریب گزرتی ہے اُسے ڈرگتا ہے کہ یا خدا مجھے تو اٹھا کے نہیں لیجا سکیں گے۔ اُنکے تو خلاف سرکار کا کام ہے کہ کسی بھی صورت میں action کرنا۔ اور normally ان واقعات کا زیادہ زور جو influence وہ کوئی نہ پر آتا ہے۔ تو ہم کوئی پولیس کوہی اسکا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ لیکن اب تو یہ کچھ محسوس ہو رہا ہے کہ کچھ improvement میں آرہی ہے کچھ control کچھ کوششیں انہوں نے شروع کر دی ہیں۔

لیکن اسکے ساتھ نہیں یہ صرف کوئی کاہیں میں خود ہوم منستر ہاں ہوں area B میں واردات area A سے آ کر کر لیں۔ area B میں تو یویز والے تھانوں میں لیٹے ہوئے ہیں میں نے آج تک کسی کو گشت پر نہیں دیکھا سسٹم ہی اُنکا ختم ہو گیا ہے پہلے ڈسٹرکٹ محسٹریٹ ہوتا تھا س کے نیچے وہ کام کرتے تھے۔ ابھی کوئی legislation پر کام کرتا ہے تو زور آ رلوگ اسکو بولتے ہیں کہ ہمارے معاملات میں مداخلت ہے بے یک جنگش قلم اسکو رد کر دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ سسٹم ہی آج موجودہ دور میں ناکارہ ہوا ہے۔ حالانکہ یہ effective system chain of command ہو گیا۔ اسکو بھی نہیں effective ہونا ہوگا۔ سب سے پہلے ڈیوٹی پر حاضر کرنا ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرے اپنے ضلع میں پچاس فیصد لوگ حاضر نہیں ہوتے ہیں ابھی کچھ عرصے سے اس میں تھوڑی بہت بہتری آئی ہے۔ پہلے تو یہ تھا کہ اُنکا official کام پانچ دن کا تھا اُن میں سے آدھے کو چھٹی تھی۔ آدھے ایک ہفتہ کام کرتے تھے آدھے دوسرا ہفتہ، وہ بھی تھانے کے اندر کام کرتے تھے وہ بھی پانیں اُنکا کیا کام ہوتا تھا؟ یہ تو اس طریقے سے ازخود ٹھیک نہیں ہوتے۔ قلعہ سیف اللہ سے لیکر ٹزوہب تک، دو گاڑیاں قلعہ سیف اللہ والے اور دو گاڑیاں ٹزوہب والے اس ہائی وے پر دوڑادیں واللہ کے کوئی انعام برائے تاداں کی واردات ہو جائے۔ آج ہم لوگ جاتے ہوئے اُدھر ڈرتے ہیں۔ مجھے یہ بھی پتا لگا ہے کہ آپ کے ڈپیٹی میسٹر نائز بیچتے ہیں، ڈیزیل بیچتے ہیں کسی کوشبوٹ چاہیے وہ میں دے دوں گا۔ وہ گشت نہیں کرتے ہیں کیوں نہیں کرتے ہیں؟ ایسا نہیں ہے کہ یویز فورس نے اُنکو انکار کیا ہوا ہے۔ سرکار میں بھی کچھ فرق ہے۔ ہم لوگوں نے منع نہیں کیا ہے کہ آپ گشت نہیں کریں۔ ہم تو کہتے ہیں کہ گشت کرو، خدارا ہم لوگ بھی محفوظ ہونگے اور عوام بھی۔ لیکن اُن لوگوں میں بھی ہے ڈیزیل 118 روپے لیٹر بکتا ہے ہیں وہ کہتے ہیں بیچ دوڑھیک ہے، پانیں چھ مہینے بعد آدمی اٹھایا جائیگا وہ جانے اور اُس کا خاندان جانے۔ تو یہ حالت اس وقت ہے، ان سب کو ہم لوگوں نے کثروں کرنا ہے۔ اسیں effective administration لالا فی ہو گی۔ اور ایک تاثر دیا جا رہا ہے کہ عوامی نمائندے اور آپ قبائلی معتبرین اسیں کام نہیں کرنے دے رہے ہیں۔ نہیں، نہیں یہ بھی غلط تاثر ہے۔ مجھ پر سب سے زیادہ لوڈ حلقات کے لاءِ اینڈ آرڈر کا ہوتا ہے۔ سب سے پہلے مجھے آتا ہے کہ فلاں آدمی انعام ہو گیا ہے فلاں جگہ سے موڑ سائکل چوری ہو گئی ہے۔ نہیں اُنکو اعتماد میں لینا چاہیے اعتماد میں لے لیں چھوٹے موٹے کام ویسے ہی ہوتے ہیں وہ کرتے رہیں گے۔ ویسے کسی کو

جرأت ہی نہیں کہ کسی کو انکار کریں۔ لہذا ان قبائلی معتبرین کو، میں سمجھتا ہوں 95% آپکے وہ قبائلی ہوتے ہیں۔ اُنکو تھوڑی عزت دے کر انکو اپنے ساتھ ملا کر ان سے کام لیا جائے۔ ہمارے پشتون علاقوں میں جو بھی وارداتیں ہوئی ہیں میں ہوم فلٹر تھا سپیرہ راغہ روڈ پر روزانہ لوگوں کو لوٹتے تھے کہیتر ان صاحب کو پتا ہوگا۔ میں نے جتنا زور لگایا ہماری یویز کر سکی نہ پولیس پھر قبائلی آگئے انہوں نے ان سب کو پکڑا، کچھ کو مارا باقیوں نے کہا کہ ہم دوبارہ یہاں نہیں آئیں گے۔ آپ کے گواں حیدر زئی کے ساتھ ایک مولوی یعنی طالب تھا جب چورلوٹ رہے تھے اُس نے gun اٹھا کر دو آدمیوں کو مار دیا اور خود بھی اُسکا ہاتھ bomb-blast میں خراب ہو وہ معاملہ اس طرح ختم ہو گیا۔ چھوٹی مولیٰ واردات قبائلی اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں ہاں outlaws بھی ہو گئے ضروری نہیں کہ آپ انکی بات نہیں۔ لہذا بلوچستان کی کارروائی اس سلسلے سے چل سکتی ہے کہ آپکا A اور B ایسا دونوں effectively کام کریں اور دونوں اپنی mechanism بنائیں۔ ایک ہماری صوبائی اسمبلی ہیں، ہمیں judiciary کے ساتھ بھی میٹنگ کرنی پڑے چاہیے دوسروں کے ساتھ، کہ ہمارے جو law enforcement officers ہیں اُنکو اتنے اختیارات ہونے چاہئیں کہ وہ بھی کچھ کام کر سکیں۔ وہ تو مہینوں، مہینوں لگے رہتے ہیں اپنے سپاہی بھی شہید کروادیتے ہیں اور انکو پکڑ کر جیل میں بند کر دیتے ہیں۔ کتنے اغوا برائے تاوان والے اور کتنے killers ہیں جو عدالت سے صرف ثبوت نہ ہونے کی بندید پر چھوٹے ہیں۔ وہ صرف یہ ہے کہ کون عدالت میں گواہی دینے کیلئے آیا گا وہ مشتکر ہے تمہیں بم سے اڑا دیا گا تمہارا گھر بھی اڑا دیا گا تمہارے بچوں کو بھی مار دیا گا۔ اور جو اغوا ہوتا ہے وہ کہتا کہ یہ آدمی نہیں تھا جس نے مجھے اغوا کیا ہے اسکو اچھی طرح پہچانتا بھی ہے کہ یہی آدمی تھا لیکن ڈر کے مارے دباو میں آکے نہیں کہتا ہے۔ آپکے ملک کے آپکے صوبے کے حالات یہ آج کے نہیں یہ اُس وقت سے develop ہونا شروع ہو گئے ہیں جب war Afghan شروع ہوئی۔ جو بھی گورنمنٹ آتی ہے اُسکی سب سے بڑی، کہتے ہیں کہ گلے میں ایک پھنڈا یہی پھنسا ہوا ہے۔ اُس کیلئے سارے پریشان ہوتے ہیں۔ جس دن ارباب ظاہر صاحب اغوا ہوئے اُس دن ڈاکٹر صاحب کراچی یا اسلام آباد میں تھے میں نے فوری اُنکوشیلیفون کیا۔ انہوں نے کہا جعفرخان! میں ایک مصیبت ایک جنگاں میں پھنسا ہوں ایک نیا واقعہ ہوا ہے ارباب ظاہر اغوا ہو گئے ہیں اُسی میں ہم لگے ہیں۔ میں نے کہا میں آپکو اسی کا بتانے والا تھا کہ اس کی پیش بندی کر لیں۔ It is all the problem, also for Home Minister. اس کے لئے ہمیں مل کے bold steps اٹھانے پڑیں گے۔ ان تمام عوامل کو دیکھ کر انکو درست کرنا ہوگا۔ آج اسمبلی کی debate کسی مخصوص واقعہ پر نہیں ہے۔ ہاں ارباب ظاہر کے حوالے سے

زمرک خان نے تحریک انواپیش کی ہے اُس پر بھی ہم بولیں گے کہ یہاں تک پہنچ گیا ہے۔ انوا کار پہلے کسی غریب کسی بنس میں یا کسی سیپلکر کو اٹھاتے تھے آج کل تو قومی سربراہوں کو اٹھاتے ہیں۔ آپ بلوچ علاقوں میں جائیں اچھے اچھے معتبر لوگ ہوتے ہیں اُنکے اوپر ہاتھ پڑتا ہے پھر آپ کس کے ساتھ رہتے ہیں؟ ارباب ظاہر جیسے لوگ اگر انوا ہوتے ہیں یا دوسرے علاقوں میں جو قتل ہوتے ہیں یا اسی طرح کے انوا کے سلسلے میں بہت سارے قبائلی سربراہوں و سرداران کے ساتھ بھی یہ ہونے لگا ہے۔ اسکو منحصر کرتے ہیں کہ ارباب ظاہر کا قصہ ایک simple case ہے جس کیلئے ہم کل اسلام آباد جا رہے ہیں وہاں president سے بھی ملاقات کریں گے پرائم فنڈر صاحب توحید معمول مصروف ہوتے ہیں یا ملک سے باہر ہوتے ہیں، اور قومی اسمبلی کے سامنے ہمارا مظاہرہ بھی ہے۔ بشمول حکومت اور تمام پلٹیکل پارٹیز اس عمل کے خلاف ہیں۔ یہ نہیں ہے کہ بھتی ہوم فنڈر اس کا ذمہ دار ہے یا فلاٹان DIG اس کا ذمہ دار ہے یا چیف فنڈر۔ اس تمام عمل کے خلاف پوری قوم کا، بحیثیت ساری پلٹیکل پارٹیز جو کہ اس وقت اسمبلی میں ہیں جو نہیں ہیں اور جو ہمارے مخالف ہیں وہ بھی اس عمل میں شریک ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کے لئے پرانا کمشنزی سسٹم آپ کو لانا پڑیگا اس سے تھوڑی improvement آئیگی اسکو کس طرح لا کیں اسی میں جس جس کو اعتماد میں لینا ہوگا خدا کرے وہ اعتماد میں آ جائیں یہ معاملہ ہم لوگ ٹھیک کر لیں۔ آپ کے 80% لیویز ایریا کا chain of command سسٹم ہی ختم ہو گیا ہے تو آپ 20% ایریا کو کس طرح موردا لازام ٹھہرا کیں گے کہ سارا معاملہ ادھری خراب ہے۔ تو یہ معاملات اب حد سے گزرنے والے ہیں اسی اسمبلی فلور پر میں نے کہا کہ ہم وزرا بھی اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتے ہیں ہم پر بھی ہاتھ پڑیگا ہمارے بیٹوں پر بھی۔ اگلے دن امین عمرانی کے بیٹے کا واقعہ ہو گیا نواب صاحب، گیلو صاحب اور دوسرے دوستوں نے کوششیں کیں وہ واپس آگیا۔ So we are also not safe.

یعنی ہم بھی عام citizens کی طرح بلکہ زیادہ hit list پر ہیں ہمیں تومارتے ہیں کہ اچھا ہے اخبار میں بڑا بیان آیا گا عام آدمی کا تو کوئی پڑھے گا بھی نہیں۔ لہذا انکی درستگی کیلئے میری تجویز ہے کہ پرانا کمشنزی سسٹم اور اسکے نیچے جو لائن تھی B ایریا کیلئے وہی اچھا ہے۔ پولیس ایریا میں کوئی ڈی سی آدمی خدارا اگر اسمبلی کے ممبر بھی recommend کرتے ہیں یا کوئی ڈی سی recommend کرتے ہیں وہ ٹھیک ہے لیکن سارے ایریے خراب نہیں ہیں۔ لیکن سب سے پہلے ان میں یہ چیز ہونی چاہیے، کم از کم ایسے لوگ نہ ہوں جو خود چوروں کے ساتھ ملے ہوئے ہوں پھر اس میں آپ کی حکومت بھی بے بس ہو جاتی ہے۔ تو ایسے لوگوں کو اگر recommend کرتے ہیں جو اچھا کام کریں۔ میں حلفیہ کہتا ہوں کہ آج تک، 25 سال

ہمارے اس اسمبلی میں پورے ہوئے کوئی ایک بھی ایسا آدمی، ہم لوگوں نے خود recommend نہیں کیا ہے جو ان principles کے خلاف تھے ہمارا کام ویسے ہی کرتے ہیں کونسا انکار کریں گے کتنے کاموں کا ہم ان سے کہتے ہیں۔ انتظامیہ کے زور پر سیاست نہیں ہوتی یہ تو دنیا نے وقت گزار لیا۔ سیاست آپ کو کرنا ہوتی ہے، عوام جس کے ساتھ ہوں وہ سیاست کر سکتا ہے۔ اب انتظامیہ والی سیاست گئی للہذا یہ pretext ہم ممبروں کو بھی بنانا ہو گا اور جو افسران صاحبان ہیں، چیف سینکڑری، آئی جی، ہوم سینکڑری، کمشنز اور ڈپلی کمشنز انکے نیچے ہیں، انکو بھی ان چیزوں کو دورخ کرنا ہو گا۔ آپکا لاءِ اینڈ آرڈر اور دوسرے مسائل ہیں اور چھوٹے موٹے کام کسی کے ہوں وہ دس کر دیں کوئی پرواہ نہیں ایک آدمی بھرتی ہو گئی۔ بہت شکر یہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: میرے خیال سب نماز پڑھ کے واپس آگئے ہیں۔ منشڑ صاحبان کے لئے کابینہ کا فورم بھی ہے kindly وہ کم بولیں تو باقی M.P.A's کو زیادہ موقع ملے گا۔ میرے خیال میں پھر تو اسی میں بیٹھیں رہیں گے۔ یہاں ہوم ڈیپارٹمنٹ کا کوئی بھی نمائندہ نہیں ہے اس اہم issue پر بات چیت ہمارے محترم اراکین کر رہے ہیں ہوم منشڑ صاحب اسکو دیکھ لیں۔

میر سرفراز احمد گٹھی (وزیر داخلمہ): دیکھیں سینکڑری ہوم، آج ڈیرہ گٹھی میں ایک activity ہو رہی ہے اس سلسلے میں وہ ذرائع معرفت ہیں میں نے انکو permission دی ہے۔

ڈاکٹر رقیہ سعید ہاشمی: جناب اسپیکر! ایک گزارش کرنا چاہتی ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی، جی۔

ڈاکٹر رقیہ سعید ہاشمی: لاءِ اینڈ آرڈر پر اتنی تفصیل سے بحث ہو رہی ہے یہاں آپکی گیلری میں ایف سی کا کوئی نمائندہ موجود ہے نہ پولیس کا، براد مہربانی جب اتنا ہم فورم پر بات ہو رہی ہوتی ہے تو انکی حاضری یقینی ہوئی چاہیئے ورنہ تقاریر کرنے اور تصویریں بنوانے سے میرے خیال میں کوئی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی ہاں یہ بالکل صحیح بات ہے۔

ڈاکٹر عبدالمالک بلوج (قائد ایوان): جناب اسپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ وہ بغیر وردی کے یہاں بالکل موجود ہو گئے ہم ان چیزوں کو سنجیدگی سے لے رہے ہیں آپ کیوں پریشان ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: M.C صاحب موجود ہیں۔

قائد ایوان: M.C صاحب تو موجود ہی موجود ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ڈاکٹر حامد خان اچکزائی صاحب۔

ڈاکٹر حامد خان اپنے (وزیر منصوبہ بنی و ترقیات) : جناب اپنے! آپ کی بڑی مہربانی کا آپ نے موقع دیا ہم کو شش کریں گے اس اہم موضوع پر جتنا time space مل سکے۔ جناب اپنے! صحافیوں کے دو معاملے ہوتے ہیں ایک یہ کہ وہ combat میں مارے جاتے ہیں یہ الگ مسئلہ ہے دوسرا وہ دشمنگردی کی نذر ہو جاتے ہیں اسکے کچھ عوامل ہوتے ہیں۔ جناب والا! ہمیں یہ چیز نہیں بھولنی چاہئے ساتھیوں نے ذکر کیا اور 12 میں کو "آن ٹی وی" پر چھ گھنٹے تک فائرنگ ہوتی رہی اور وہ لوگ بیچارے پیچھے پڑے رہے، انکے ساتھ MQM کی دشمنگردی صرف بندوق کی نالی سے نہیں۔ اگر ٹی وی پر ہم سب دیکھ رہے ہو تھے ہیں۔ کل کی ہماری جو کارروائی آئیگی، جتنے بھی ہم لوگ بولے ہیں، شاید دو کالم میں آ جائیں۔ اگر MQM کا کوئی تارزن بولے گا تو وہ آدھے صفحے سے بھی زیادہ cover کریگا۔ یہ دشمنگردی ان بیچاروں کے ساتھ اُس وقت سے چلی آ رہی ہے جب سے یہ بدجنت تنظیم بنی ہے۔ ضیاء القاتل کو بھٹکا قتل ہضم نہیں ہو رہا تھا تو سندھیوں کو counter کرنے کیلئے اس نے MQM بنائی۔ اور اسکو اگر چھپے ہوئے اداروں کی، فوج کی حمایت حاصل نہ ہوتی تو تمیں لا کھ، چالیس لاکھ پٹھانوں میں سے ایک دو تو ضرور نیشنل اسمبلی میں ہوتے یا کوئی سندھی بیچارہ کراچی سے ہوتا یا کوئی بلوچ ہوتا یا پنجابی کم از کم پندرہ بیس لاکھ وہاں ہیں انکا نمائندہ نہیں ہے سب کو رینگال کر کے پہلے اپنی تنظیم مہاجر قومی مودومنڈ کے نام سے بنائی۔ جب پتا چلا کہ یہ لفڑاندہ نام ہے اُسکو دوسرا نام دے دیا۔ ہمیں یاد ہے کہ 12 میں کو جب پچاس انسانوں کو انہوں نے قتل کیا اُسی شام کو مشرف صاحب ہاتھ ہلا کر کر کہہ رہے تھے کہ دیکھی عوام کی قوت تو اُسکو عوام کی قوت کا پتا چل گیا ہوا۔ جناب اپنے! بڑی اچھی بات ہوتی اگر مولانا عبدالواسع صاحب یہاں ہوتے اور یہ باتیں یہ لوگ ایوب خان کی اسمبلی میں کرتے جہاں یہ لوگ انکے اکابرین بیٹھے تھے۔ بڑا اچھا ہوتا کہ یہ ضیاء القاتل کی اسمبلی میں کہتے، جس کے شوری میں سب سے زیادہ تعداد انکی تھی۔ اور بڑی اچھی بات ہوتی کہ جمیعت علماء اسلام مشرف کے اسمیں کہتی، جن کو 17 ویں ترمیم کے حوالے سے انہوں نے صدر بنایا ابھی جب اپوزیشن میں گئے پتا چلا" کہ 65 سال ہم لوگوں نے کچھ نہیں کیا" چالیس سال سے اقتدار میں ہیں۔ ابھی وہ لیڈر آف دی ہاؤس ڈاکٹر عبد الملک کو مخاطب ہو کر کہتے ہیں "کہ جمہوری اقدار یہ ہیں جمہوری اقدار وہ ہیں"۔ جناب اپنے! "اے بادِ صبا! یہ مرد آور دُو تو اُست"۔ ہم عموماً اپوزیشن میں تلخ باتیں کرتے چلے آ رہے ہیں ابھی کچھ اپنے آپ کو کھڑوں کریں گے۔ جناب والا! انکو ہم تھوڑی سُنا رہے ہیں، عوام کو سُنا رہے ہیں بھائی۔ انہوں نے کہی آپ کی سُنی ہے نہ ہماری پھر کیا صلاح مشورہ ہے؟ تو جناب اپنے! ایاقت آغا کو اگر نماز پڑھنی ہے تو وہ جا کر پڑھ لیں۔ جناب اپنے! اسمبلی مذاق نہیں ہے آج ممبران کا مودہ بھی مذاقیہ ہے۔ یہ اسمبلی ہمیں بڑی

قربانیوں سے ملی ہے عوام کی خدمت کیلئے ایک منٹ بھی ملے، کم از کم کوئی کیا کہتا ہے اور کوئی کیا کہتا ہے۔ بچوں کی طرح۔ اپنیکر صاحب! میں آپکی توجہ چاہوں گا اس چیز کا serious نوٹ لیں۔ تو ”اے بادشاہی ای

ہمہ آور دہ تو اُست“۔ یہہمیں بڑی قربانیوں، شہادتوں اور جیلوں سے ملا کہ جب ڈاکٹر عبدالمالک چیف آف دی آرمی اسٹاف کے ساتھ ایک فنکشن کو address کر رہے تھے۔ یہ بڑی اچھی بات ہے کہ سیاسی پارلیمنٹ کے ممبران، عوام کے ووٹوں سے بنی ہوئی حکومت اور ہمارے چیف آف دی آرمی اسٹاف اکھٹے ایک فنکشن میں ہوں۔ اور اُسمیں بڑے سارے عوامی نمائندے بھی تھے۔ یا ایک جھلک ہے کہ فوج اور حکومت ایک اُس پر آرہی ہے۔ ہر ایک اپنے اپنے دائرہ اختیار کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جب تک فوج اور ادارے منتخب پارلیمنٹ کے آڑو رزوکو obey نہیں کریں گے، انکے ساتھ مہماں نہیں کریں گے۔ بلوچستان بالخصوص اور پاکستان بالعموم اُسمیں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ لیویز کو اچھی وردی دے دو انکو ٹریننگ دے دو، پولیس کو یہ دے دو، فلاں اس کو یہ دے دو۔ وہ مدد کر سکتا ہے۔ لیکن جب تک وفاقی حکومت، ہماری فوج، ہمارے ادارے اور ہماری صوبائی حکومتیں مل کر اغوا برائے تاوان کے خلاف کوئی کوشش نہیں کریں گے۔ ہماری پارٹی کے چیئر مین محمود خان نیشنل اسمبلی میں کہا کہ ہماری ایمانداری اور سچائی پاکستان کو بچا سکتی ہے۔ کوئی بھی نہیں کہہ رہا ہے کہ بھی! بالکل پتا ہے۔ لیویز، پولیس مجرم کو اغوا برائے تاوان والے کو پکڑ لیتی ہیں ٹیلیفون آ جاتے ہیں کہ چھوڑ دو۔ اس ٹیلیفون والے کو منانا ہے کہ بابا جدھا کیلئے پاکستان پر رحم کرو۔ یہ جو خفیہ ادارے والے ٹیلیفون کرتے ہیں کہ جی کارڈ دکھا کے، کالی شیشوں والی دو تین گاڑیوں میں مسلح لوگ۔ انکا اگر نوٹس ہمارے خفیہ ادارے، ہماری صوبائی گورنمنٹ کے بس میں تو نہیں ہے وفاقی حکومت لگی ہے۔ ابھی جناب والا! یہ جو ارباب ظاہر کی بات ہو رہی تھی ڈاکٹر مناف بیچارے کی بات ہو رہی تھی ڈاکٹر غلام رسول کا کڑکی بات ہو رہی تھی۔ وہ بھی بڑے نامدار، کامدار پروفیشنل اغوا ہوئے جو پیسوں کے عوض آئے۔ تو ہم حق بجانب ہونگے۔ دو باتیں ہیں یا تو ہمارے ادارے zero ہیں، incompetent ہیں، اس قابل نہیں کہ وہ پاکستان میں کسی عہدے پر ہوں یا کوئی مراعات لیں یا ہم یہ کہیں کہ یہ کرتے نہیں ہیں۔ ہمارے MI، ISI، ہماری پولیس واقعی اگر اس ملک کے امن و امان میں انکی دلچسپی ہو تو شاید ایک ہفتہ بھی نہ لگے۔ پولیس ایک طرف جا رہی ہے، ISI اور MI دوسری طرف جا رہے ہیں منتخب حکومت تیسری طرف جا رہی ہے۔ بنیادی وجہ یہ ہے کہ کوآرڈینیشن نہیں ہے۔ یہ جو کمانڈ رانچیف اور ہمارے لیڈر آف دی ہاؤس، یا ایک جھلک تھی کہ شاید ابھی ہم کو آرڈینیشن کی طرف جا رہے ہیں۔ اور ہم تمام پارٹیوں کے ممبران سے منت کرتے ہیں اور وفاقی حکومت سے کہ اس کو آرڈینیشن کی طرف اگر

چلیں تو شاید ہمارا کام بن جائے۔ جناب والا! جعفر خان صاحب نے بڑی اچھی بات کی کہ پہلے ان کو مجاہد کہتے تھے ابھی کہتے ہیں کہ terrorist ہیں یہ اسلام میں بھی نہیں ہے قانون میں بھی نہیں ہے اور رواج میں بھی نہیں ہے۔ جناب والا! جن کو یہ لوگ مجاہد کہتے تھے جو جہاد لڑ رہے تھے، وہ کون تھے؟ وہ امریکن، رونالڈ ریگن، انگریز، مارگریٹ تھیچر فرانسیسی، مارگریٹ تھیچر کا ذکر کیا، عرب، چینی کمیونسٹ اور جاپانی بدھست تھے یہ ملکر جہاد کر رہے تھے۔ اور جہادی سب اپنے منزل کو پہنچ گئے، کابل میں بیٹھے ہیں۔ یہ سارے ساتھی ایک پاکستان ان سے باہر ہے۔ باقی تو جہادی اُدھر ہیں اور پھر انقلاب بھی ایک factor تھا کہ بھی انقلابی نے کہا اسلام و علیکم لوگو! تم سن جھالو۔ ابھی انقلابی بھی اس حکومت کے پیچھے کھڑے ہیں کہ بھئی! افغانستان کو بنانا ہے یہاں امن لانا ہے۔ افغانوں کی بیوائیں اور بیتیم حساب سے بالاتر ہو گئے ہیں وہ بھی ساتھ ہیں صرف ہم لوگ نہیں۔ تو ہم اس بدانی میں factor بنے ہوئے ہیں۔ جو بھی بین الاقوامی دہشتگردی، جو بھی معاملہ ہو رہا ہے۔ اور یہاں سے انگو کر کے، بشمول بابت لالا کے بھائی کے کہ ان کو وزیر ہستان اور فلاںی جگہ کون لے جاتے ہیں؟ یہ ”ہم آور دو تو آست“۔ یہ تمام دہشتگرد ہم لوگ لائے وزیر ہستان سے، مسعود، وہ جنگلی اور بہادر مسعود، بھی بیچارہ ڈیرہ اسماعیل خان یا پشاور میں پڑا ہے دُنیا جہاں کے دہشتگرد اٹھا کر یہاں لے آئے۔ اس بدانی میں، اس دہشتگردی میں یہ ایک دوسرا factor ہے۔ ورنہ ہمارے پانچ لفیوں کا کوئی شہر کہ جی وہ افغانی بیچارہ پتا نہیں کیا کریں شیعہ بنتا ہے کہتے ہیں کہ مارو شیعہ کافر ہیں سنی بنتا ہے کہتے ہیں کہ مارو سنی کافر ہیں۔ زائرین کی بس پنجاب سے نکل کر سندھ سے گزرتی ہے جب پشتوں یا بلوچ دھرتی میں داخل ہو جاتی ہے تو اس پر حملہ ہوتا ہے کہ مارو کافر ہیں۔ بھائی اگر کافر ہیں تو اُدھر ہی مارو خدا کے بندو! یہ کوئی بات ہے کہ یہ ذمہ داری بٹھان بیچارے کی ہے کسی کیلئے طمع کرے۔ جماعتی اسلامی کے سربراہ، وہ لانگ مارچ موزے تنگ کوئٹہ سے شروع کر کے رات یارو میں گزار کر صحیح چجن جاتا ہے۔ یہ نیٹو کے کنٹیزز ہیں، افغان اور محمود غنوی کے نواسوں اور احمد شاہ ابدالی کے پتا نہیں کیا، یہ تمہاری ڈیوٹی ہے۔ بس جہاد ہے، یہ کنٹیزز امریکن کے، فلانے کے۔ بابا! آپ باریش ہیں اسلامی تنظیم کا نمائندہ ہیں تمہاری ساری طاقت کراچی میں ہے۔ کراچی میں اُسکو مارو سندھ میں اُسکو مارو جب بلوچستان سے گزرتا ہے تو یہ ذمہ داری صرف بٹھان بیچارے کی ہے کہ اُدھر بھی لوگوں کو مار کر انکی عورتوں کو بیویاہ اور بچوں کو بیتیم کریں۔ یعنی ہماری ذمہ داری بنائی ہے۔ شیعہ کو ڈیرہ اسماعیل خان، ہنگو میں اور کوئٹہ میں مارنا ہے باقی جگہ شیعہ مسلمان ہیں۔ عرب، ہرکی، ایران اور ہندوستان میں شیعہ مسلمان ہیں صرف افغان سر زمین پر Between the access of Indus. پر یہاں، جس بہانے سے آپ کو قتل کی اجازت ہے شرط یہ

ہے کہ افغان بیوہ ہوا فغان یتیم ہو۔ مولانا عبدالواسع صاحب نے کہا کہ 65 سال گزرنے کے بعد ابھی اٹھارویں ترمیم ہو گئی ہے ابھی یہ قتل و قال بند ہونا چاہیے۔ ہم دست بستہ request کریں گے، اٹھارویں ترمیم تمام سیاسی پارٹیوں کے مشورے سے بن گئی ہے۔ اسیں ابھی کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ ڈھنگردی ہے۔ جو اسکو جہاد کہتا تھا ابھی وہ انکو ڈھنگرد کہتا ہے۔ ہم جیسے لوگ پہلے بھی انکو ڈھنگرد کہتے تھے آج بھی ڈھنگرد کہتے ہیں۔ آؤ سب مل کے ان عوامل کی طرف توجہ دیں ورنہ بندوں کو ٹھیک کرو اور ٹریننگ دو اور پولیس کی تعداد بڑھاؤ۔ پولیس ایسا دیکھ رہی ہوتی ہے کہ وہ قتل ہو رہا ہے۔ کہتا ہے کہ اسی شہر میں قطعاً وہ نہیں تھا۔ FC والادیکھر ہوتا ہے کہ کسی کو اٹھا کر لے جا رہے ہیں کوئی قتل ہو رہا ہے کہ جی! مجھے آرڈر نہیں ہے۔ یہ وہ عوامل ہیں جو ہمیں امن دلا سکتے ہیں۔ باقی رہ گئی بلوچ چندرہ نہماں کی آزادی کی بات، بلوچوں کے ہرجائز مطالبے میں پشتو نخواہی عوامی پارٹی مَن وَعْن انکو support کرتی ہے۔ البتہ ڈھنگردی جس رنگ میں بھی ہو چاہے میرا بھائی کرے ہم ڈھنگردی کی ندمت کرتے ہیں۔ وہ خدا کرے بلوچ کریں، پشتوں کریں یا ریاست کرے یا مذہب کے نام پر ہو یا فرقے کے نام پر ہو۔ جس بہانے سے بھی ہماری سرزی میں پر قتل ہو، بیوی ہیں ہوں، یتیم ہوں، اسکی ہم ندمت کرتے ہیں۔ ان الفاظ کے ساتھ میں آپکا بڑا مشکور ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مفتی گلاب صاحب۔

مفتی گلاب خان کا کڑ: شکریہ جناب اسپیکر صاحب۔ آج امن و امان کے حوالے سے معزز اراکین نے جو سیر حاصل گئی تو اسی حوالے سے جناب اسپیکر صاحب! بلوچستان میں امن و امان کی جو صورتحال ہے جیسے پہلے تھی آج بھی اسی طرح ہے۔ کبھی کھارہم ڈاکٹر صاحب کے منہ سے بھی سنتے ہیں، کسی اور فالصل رکن کے منہ سے بھی سنتے ہیں کہ بلوچستان کے امن و امان میں بہتری آئی ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! یہ حقیقت پر ایک پرده ہے اور حقیقت کو سخن کرنے کے مترادف ایک ناکام کوشش ہے۔ میں تو یہی سمجھ رہا ہوں، بلوچستان میں وہی حالت ہے جو پہلے تھی۔ اغوا برائے تاوان، ٹارگٹ کلگ، لُوٹ مار، بم بلاست، سب کچھ اسی طرح ہو رہا ہے۔ جو پہلے پانچ یا دس سالوں میں ہو رہا تھا آج جب ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ اسیں بہتری آئی ہے میں تو یہی سمجھ رہا ہوں کہ اسیں کوئی بہتری نہیں آئی ہے بلکہ میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ پہلے تو بڑوں کی لاشیں ملتی تھیں آج تو ہمیں معصوم بچوں اور بچیوں کی لاشیں مل رہی ہیں تو کیا اسیں بہتری آئی ہے یا ابتری؟ بلکہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اب حالات پہلے کی نسبت بہتر ہونے کی بجائے ابتر ہو رہے ہیں۔ ہم محض صرف زبانی دعووں سے یہ کہہ کر کہ بلوچستان کے امن و امان کے حالات میں بہتری آئی ہے۔ تو اس سے بلوچستان میں امن کبھی قائم نہیں ہو سکتا۔ امن جس کی وجہ

سے بھی خراب ہو جو بھی امن سبتواڑ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہم اپوزیشن اور حکومت سب متفق ہو کر اُن تئیں لمحات کو برداشت کر کے اور قربانی دیکر، چاہے ہماری حکومت جائے چاہے ہماری اسمبلی کی رکنیت ختم ہوں ہم اس حقیقت پر انگلی رکھ کر یہ بتا دیں کہ یہ سب کچھ اس ادارے یا اس اجنسی یا اس بندے کی وجہ سے ہو رہا ہے تب جا کر امن ہو گا۔ یہاں ہم اسمبلی میں لمبی چوڑی تقریریں کر کے اس سے امن بھی قائم نہیں ہو سکتا اور نہ عوام کا یہ دریینہ خواب پورا ہو سکتا نہ شرمندہ تغیر ہو سکتا ہے۔

(اس موقع پر چیئرمین جناب نصراللہ خان زیرے صاحب کری صدارت پر تمکن ہوئے)

جناب نصراللہ خان زیرے (چیئرمین): السلام علیکم!

مفتق گلاب خان کا کڑ: جناب اسپیکر! پہلے دن کسی فاضل رکن نے اپنی تقریر میں یہ کہا تھا کہ ہم سب کو معلوم ہے کہ ارباب صاحب کہاں ہیں۔ جب ارباب صاحب کا پتا مجھے تو خود پتا نہیں ہے کہ وہ کہاں ہیں۔ اگر کسی رکن کو پتا ہو تو وہ اسمبلی کے اس ذمہ دار فورم پر کھڑے ہو کر اسکی نشاندہی کریں یا اس ادارے کا نام لیں یا اس شخص کا نام لیں چاہے وہ قبائلی شخصیت ہو چاہے سردار ہو چاہے نواب ہو چاہے حکومت کے خفیہ ادارے ہوں اس ادارے کا نام لے کر بتا دیں جب ہم اس معاملے پر اکھٹے ہو گئے تو اسکی نشاندہی کریں اور اسکی مخالفت کریں اسکی ہم نہ مت کریں تب جا کر ارباب صاحب بازیاب ہو سکتے ہیں اور اس جیسے بڑے اور مذموم جرائم سے یہ لوگ باز بھی آسکتے ہیں اسکے بغیر یہ لوگ کسی صورت میں باز نہیں آئیں گے۔ پچھلے اجلاس میں میری بہن نے کہا تھا کہ کرپشن ایک ایسا ناسور ہے جس کی وجہ سے یہ بدامنی پیدا ہو چکی ہے۔ میں دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ اللہ جل جلالہ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ کہ ”اس شہر کو امن کا گھوارہ بنادیں“، اسکے بعد اکانوی کی بات کی ہے۔ یعنی یہ دو باتیں ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزم نہیں ہیں کہ جہاں کرپشن ہو گی وہاں امن نہیں ہو گا۔ ہم آپکو واضح بتا رہے ہیں کہ پنجاب میں وہی کرپشن ہے وہاں عمر بن عبد العزیز کے ورثا نہیں بیٹھے ہیں وہاں کرپشن بھی ہے اور امن بھی قائم ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ صرف کرپشن کی وجہ سے امن خراب نہیں ہوتا بلکہ یہ جو امن خراب ہو چکا ہے اسیں ہو سکتا ہے یہ وہی ہاتھ بھی ہوں۔ لیکن ہماری اپنی اندر وہی کمزوریاں اسیں شامل ہیں اس پر پردہ نہیں ڈالتا چاہیے۔ کرپشن کی جتنی بھی نہ مت کی جائے کم ہے بلکہ میں لاتما ہی اس کی نہ مت کرتا ہوں۔ اور یہ وہی ناسور ہے جو قوموں کو بتا کر کے رکھ دیتی ہے لہذا کرپشن اپنی جگہ پر مذموم عمل ہے لیکن امن قائم رکھنا، اسکا محور اور اس کی بنیاد کرپشن قطعاً نہیں ہے۔ اگر کوئی یہی دعویٰ کرتا ہے تو ہم آج یہی بتا رہے ہیں پنجاب میں ایسے نہیں کہ سارے فرشتے بیٹھے ہوئے ہیں کرپشن ہے لیکن امن و امان قائم ہے۔ بلکہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ

بلوچستان کی بہ نسبت پنجاب میں کرپشن زیادہ ہے پھر بھی وہاں امن قائم ہے اور بلوچستان میں بدانتی ہے۔ الہمنا ہم ڈاکٹر صاحب سے یہی کہتے ہیں کہ جو لوگ پہاڑوں پر چلے گئے ہیں، آپ حقیقت میں اور بالحقائق عملی قدم اٹھائیں ہم آپ کے ساتھ ہیں آپ جا کے انکو سمجھانے کی کوشش کریں اور انکی جو کچھ بھی demand ہو گی آپ آئین کے دائرہ اختیار میں ہوتے ہوئے ان سے وہی مذکرات کریں ہم انشاء اللہ آپ کے شانہ بثانہ کھڑے رہیں گے اور انشاء اللہ پھر امن بھی آیا گا۔ اس سے امن نہیں آتا کہ ہم یہاں لمبی لمبی تقریریں کریں کہ امن قائم ہو گا اس سے امن کبھی بھی قائم نہیں ہو گا بلکہ ڈاکٹر صاحب انہی باتوں کی نشاندہی اور تجزیہ کریں کہ یہ امن کن بنیادی عوامل کی وجہ سے خراب ہو چکا ہے اُسی کی آپ اصلاح کریں تب جا کر امن آیگا اسکے بغیر امن نہیں آ سکتا بڑی مہربانی جناب اپسیکر۔

جناب چیئرمین: Thank you. please جناب عاصم کر دصاحب۔

محترمہ حسن بانورخثانی: جناب اپسیکر! ہم کافی دیر سے انتظار میں ہیں، ladies میں سے کسی کی بھی باری نہیں آ رہی ہے۔

جناب چیئرمین: آپ کا نام یہاں list میں نہیں ہے اگر آپ پہلے نام دے دیتی تو بہتر ہوتا۔

محترمہ حسن بانورخثانی: حالانکہ وہ طریقہ جمالی صاحب نے کیا تھا کہ ایک اپوزیشن کی طرف سے، ایک وہاں سے تو زیادہ بہتر تھا۔ لیکن آج ہم کافی دیر سے انتظار کر رہے ہیں کہ شاید ہم میں سے کسی کی باری آ جائیگی۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے آجائے گی۔ مولا ناصاحب! آپ کا نام بھی list میں شامل ہے۔ جی محترمہ۔

محترمہ حسن بانورخثانی: شکریہ جناب اپسیکر۔ آج ہمارا موضوع امن و امان کے حوالے سے ہے۔ تو اس حوالے سے اکثر جب گھر سے اسمبلی تک کامیں راستہ طے کرتی ہوں تو مسلسل میرے ذہن میں ایک ہی شعر کے الفاظ گوئیجتے ہیں:-

ہاتھ اٹھجھے ہوئے ریشم میں پھنسا بیٹھے ہیں

اب بتا کونسے دھاگے کو جد اکس سے کریں

جناب اپسیکر! میں اکثر یہ سوچتی ہوں کہ آخر ہم سے ایسی کوئی غلطیاں سرزد ہو گئی ہیں کہ جن سے ہم اپنے امن و امان اور اپنے ماحول کو سدھارنے کی بجائے مزید بگاڑ کی طرف لے آ رہے ہیں۔ جب ہم اسکوں جاتے تھے تو ہماری ٹیچر ہمیں اکثر کہانی سنایا کرتی تھی۔ ان میں ایک کہانی ”اندھیر گنگری“ کے نام سے مشہور تھی۔ تو اکثر ہم سوچا کرتے تھے کہ آخر ”اندھیر گنگری“ کے کہتے ہیں۔ اُس وقت تو خیر اتنی سمجھ میں نہیں تھی آج جب آئے

ہیں جب اپنی ایک پوزیشن پر پہنچے تو آج ہمیں پتا چلا کہ ”اندھیر نگری“ کے کہتے ہیں۔ اور اپنے معاشرے اور اپنے علاقے کو ہم ”اندھیر نگری“ کے ہی نام سے پکارتے ہیں جہاں گیس ہے نہ بھلی یہاں تک کہ لوگوں کی جان و مال بھی محفوظ نہیں ہے۔ اب تو عورتیں اور بچے بھی محفوظ نہیں رہے۔ ہمارے ہاں امن و امان کی حالت کس طرح خراب ہوئی جو کینسر کا روپ اختیار کر گئی ہے جو سنورنے کی بجائے مزید بگڑتی جا رہی ہے۔ یہاں جناب اپیکر! میں یہ واضح کروں امن و امان کے حالات وہاں زیادہ خراب ہوتے ہیں جہاں انصاف کی فراہمی ممکن نہ ہو۔ یہاں میں اپنے وزیر داخلہ صاحب کو چند ایک تجویز دیتی ہوں اگر بحث مباحثے سے مستحکم ہوتے تو کافی عرصے سے حل ہوتے۔ آپ تجویز پر عمل کریں اور کوشش کریں کہ ان تجویز پر عمل ہو کہ سب سے پہلے ہم انصاف کی فراہمی کی بات کریں گے دوئم ہم تنخوا ہوں میں مناسب اضافے کی بات کریں گے۔ جیسے کہ جعفر صاحب نے کہا کہ ڈیزیل وغیرہ فروخت کی جاتی ہے، ایسی کوئی وجوہات ہیں جس میں ڈیزیل وغیرہ فروخت کی جاتی ہے؟ تو ان کی تنخوا ہیں کم سے کم قرآن و حدیث کی رو سے بھی ایک تولہ سونے کے برابر کی جائیں۔ دوسرا بات یہ ہے کہ جو اہل کار جاں بحق ہوتے ہیں یا شہید ہو جاتے ہیں ان کے لئے حفاظتی اقدامات اور انکی جان و مال کی حفاظت کے لئے مناسب انتظام کیا جائے۔ اور شہید ہونے کی صورت میں انکی فیملی سے کسی ممبر کو فوری طور پر اسکی جگہ تعینات کی جائے۔ کرپشن کو نظرول کرنا چاہیے جب تک کرپشن کو نظرول نہیں ہوگی اس وقت تک حالات بہتر نہیں ہو سکتے۔ بس یہی میری تجویز ہیں اگر ان میں سے دو پہنچی عمل ہو جائے تو میرے خیال میں میرے یہاں کھڑے ہونے اور بولنے کا مقصد پورا ہو جائیگا۔ بہت شکریہ جناب اپیکر۔

جناب چیئرمین: Please take the floor. – جناب عاصم کر ڈگیلو صاحب!

میر محمد عاصم کر ڈگیلو: مہربانی اپیکر صاحب۔ آج امن و امان بلوچستان کا ایک اہم مسئلہ ہے اس پر بحث ہو رہی ہے۔ ہمارے کافی ساتھیوں نے اس پرروشنی ڈالی اور غالباً سارے حقائق بیان کیے۔ اپیکر صاحب! میں آپکا، اس ایوان کا زیادہ وقت لینا نہیں چاہتا جو اہم واقعات اس دوران ہوئے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اس ایوان کے سامنے اسکو بیان کروں۔ اپیکر صاحب! جیسے ہمارے colleague جعفر مندوخیل نے کہا کہ اس دہشتگردی کی لہر افغانستان اور ایوان کے انقلاب کے بعد بلوچستان میں آئی ہے۔ اپیکر صاحب! میں آپکو ایک مثال دوں کہ پہلے ڈسٹرکٹ چاغی جواب دو ڈسٹرکٹ ہو گئے ہیں اس وقت یہ گلنگور تک ہوا کرتا تھا میرے خیال بلوچستان کا سب سے بڑا ڈسٹرکٹ بھی تھا۔ اپیکر صاحب! آپ یقین کریں ہیں بیس سال سے above چیزیں سال تک یہاں قتل کا کوئی مقدمہ درج ہی نہیں ہوا۔ اپیکر صاحب! جب سے گردی جنگل اور پنجپاٹی میں مہاجرین

کے کیمپس بنے، اُسکے بعد یہاں قتل و غارت، انواع بارے تاؤن کی وارداتیں عام ہوئیں۔ اپیکر صاحب! آپ یقین کریں کہ یہاں سے پک آپ کرایہ پر لے جاتے تھے اور وہاں انکوڈنگ کر کے پک آپ لے جاتے تھے۔ اپیکر صاحب! جیسے بکری کی کھال نکالتے ہیں اُسی طریقے سے وہ انسان کی کھال کر اسکو ”تاز“ کے درخت پر لٹکا دیتے ہیں اپیکر صاحب! اس طرح کی درندگی کی وارداتوں کا آپ سین گے تو حیران ہو جائیں گے۔ کچھ مہاجرین جو گردی جنگل کیمپ سے گئے اپیکر صاحب! آپ یقین کریں کہ چھتیں، چھتیں لاشیں ایک گھر کے صحن سے، اجتماعی قبریں نکل گئیں اور وہاں کے ڈپی کمشنر کے پاس انکی روپرٹیں بھی موجود ہیں۔ اپیکر صاحب! جیسے ارباب نواب عبدالظاہر کا سی کو انغو کیا گیا اس سے پہلے ڈاکٹر عبدالمناف اُس سے پہلے ہمارے colleague عبداللہ بابت صاحب کے بھائی اور دوسرے معزز ڈاکٹروں کا، اُس سے پہلے کیسکو کے چیف ایگزیکٹیو جناب عبدالرؤوف کا، مطلب اپیکر صاحب! یہاں جتنی بھی وارداتیں ہوئی ہیں سارے یہاں کے لوگ ہیں آج تک ہم نے نہیں سنائے جو ہندی کا کام کرتے ہیں کسی مہاجر کو لے گئے کسی پیسے والے کو لے گئے بہت سے غیر ملکی ادھر آباد ہیں صرف اس ملک کے بساں کو لے جاتے ہیں۔ یہ ساری وارداتیں ایک سوچ سمجھے منصوبے کے تحت ہو رہی ہیں۔ اپیکر صاحب! آج یہاں لااء اینڈ آرڈر پر عام بحث ہو رہی ہے اور آج صحفلات میں ایک دکاندار عبداللہ کو اسکی دکان میں مارا گیا اور ایک منظور احمد نامی شخص کو انغو کیا گیا اور آدھے گھنٹے کے بعد اسکی لاش کہیں سے مل گئی۔ اپیکر صاحب! ابھی جیو پر پٹی چل رہی تھی کہ سیپلائز ٹاؤن میں ایک آدمی کو قتل کیا گیا ہے۔ اپیکر صاحب! میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ وارداتیں ہو رہی ہیں اور یہاں انکوڑو کے نام ہی نہیں لیا جاتا۔ اپیکر صاحب! یہاں ہم تقید برائے تقید کیلئے نہیں بیٹھے ہیں ہم ایک کھبے کی مانند ہیں میں سمجھتا ہوں یہاں جتنے بھی ممبرز بیٹھے ہیں سارے بلوچستان میں امن چاہتے ہیں یقیناً یہاں انکے بھی لوگ ہیں اُس علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور وہ جب بھی دوروں پر جاتے ہیں اپنے حلقوں میں صرف یہ کہتے ہیں کہ ہمیں peace کیا جائے اسکے علاوہ وہ کچھ مانگتے بھی نہیں ہیں۔ اپیکر صاحب! ابھی کچھ عرصہ پہلے ہمارے بولان میں بالکل جیسے جعفر صاحب کہہ رہے تھے کہ ڈی سی یا ڈی پی او ڈیزیل کے کام میں معروف ہیں میں بالکل اپنے colleague کی اس بات کی تائید کرتا ہوں بالکل chain کے ساتھ ہی پولیس والے، ٹرک ڈرائیوروں کو، چار پانچ ٹرکوں کو کھڑے کر کے ان بیچاروں کو انغو کیا گیا۔ اپیکر صاحب! اسکا فاصلہ اتنا ہے جیسے ادھر آپ بیٹھے ہیں ادھر میں ہوں۔ اور میں آئی جی کے پاس گیا اور ان سے بھی کہا انہوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ واقعی ایسا ہوا ہے۔ تو اپیکر صاحب! ایک ڈی پی او جب اپنے آفس تک نہیں جا سکتا اپنے گھر سے رکھتا ہی نہیں ہے کشت کرتا

ہی نہیں ہے تو لاءِ اینڈ آرڈر کی situation کیا ہوگی۔ اپیکر صاحب! میں آپ کو اس مقدس ایوان میں حلفیہ کہتا ہوں کئی وارداتیں ہوئی ہیں میں اپنے ڈسٹرکٹ میں جب ان سے پوچھا ہوں وہ ذمہ دار آفیسر اُنکے پیچھے ایک قدم تک بھی نہیں گئے ہیں۔ اپیکر صاحب! میں پرسوں سی ایم سے ملا ان سے کہا کہ ہمارے دشت میں ایک تازہ واردات ہوئی ہے میرے کچھ پڑھان دوست ہیں وہ میرے پاس آئے کہ دشت سے ہمارا چاول سے بھرا ڈک لے گئے ہیں آپ اس میں ہماری مدد کریں۔ میں نے حکام سے بھی کہا کہ بھی اُنکی مدد کریں۔ اپیکر صاحب! اسکے بعد یویز والے گئے تھے انکے ساتھ تحصیلدار تھانے اے سی نڈی سی اُنہوں نے خود ان چوروں کو کپڑا۔ جب ان سے interrogate کیا گیا تحقیقات کی گئی تو پتا چلا کہ تحصیلدار اسی میں خود involved ہے اور دو دوں سے چھپا ہے چور اُسکو ماں بہن کی گالیاں دے رہے تھے تم کدھر ہو اور ہمارے آدمیوں کو کیسے کپڑا ہے؟ اپیکر صاحب! یہ میں نے سی ایم کے knowledge میں بھی لایا آپکے ڈاکٹر اکبر علی حریف الکٹرونیس میں ہے اور آپکے ڈی سی کہ بھی اُنکی تحقیقات کریں۔ میں اس فلور پر کہتا ہوں ڈاکٹر حامد صاحب کو آغاز لیافت کو کہ اس کی تحقیقات کرائیں خود پتا چلے گا۔ اپیکر صاحب! ہم چاہتے ہیں ہماری یہ خواہش ہے کہ بلوچستان جیسے پہلے peaceful تھا بدوبارہ ہو۔ مگر اپیکر صاحب! ہم بھی اس حکومت کا حصہ ہیں یہ نہیں کہ ہم ڈاکٹر صاحب پر تقدیم کریں ہمیں اپنی برائیاں خود ختم کر لینی چاہیں۔ اپیکر صاحب! ایسا کوئی دن نہیں گزرتا جس میں ان غواہ رائے تاوان کی کوئی واردات نہ ہو۔ کوئی سمیت مختلف ڈسٹرکٹ کے میرے پاس اعداد و شمار ہیں میں اسکو بھی ڈاکٹر کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ جیسے مولانا واسع صاحب نے کہا کہ بلوچستان کی 64-65 سالہ محرومیاں ہیں۔ یقیناً اس لاءِ اینڈ آرڈر کے خراب ہونے میں بلوچستان کی احساس محرومیاں ہیں وہ بلوچستان کو نہیں دیجے گئے ہیں۔ جیسے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ بلوچستان کے کچھ مسئللوں میں جو پہلے جہادی تنظیموں کو support کیا اور وہ بھی ہمارے گلے میں پڑ گئے ہیں یقیناً لاءِ اینڈ آرڈر کو خراب کرنے میں انکا بھی کافی کردار ہے۔ اپیکر صاحب! کوئی میں اس سے پہلے کئی وارداتیں ہوئی ہیں blasts کے گئے ہیں یقیناً ان پر ہم نے اُس وقت بھی اظہار افسوس کیا ہمیں انکا صدمہ ہے۔ کچھ لسانی گروہ جو بلوچستان میں، خاص کر کوئی میں جو بدمانی پھیلاتے ہیں، پہلے بھی on the floor ہم نے اُنکی نہ مت کی ہے اور اب بھی ہم اپنی پارٹی کی طرف سے اس کی نہ مت کرتے ہیں۔ اپیکر صاحب! ہمیں یہ بحث نہیں کرنی چاہیے کہ پچھلی گورنمنٹ میں یہ وارداتیں زیادہ ہوئی تھیں ابھی اسی میں کی آئی ہے یا پہلے کم تھیں ابھی زیادہ ہوئی ہیں ہمیں اس بحث میں نہیں اُبھنا ہے جو crime ہے اسکو ختم کرنا ہے۔ جیسے بادینی صاحب کہہ رہے تھے کہ ان غواہ رائے تاوان ایک منافع

بخش کاروبار بن چکا ہے۔ ہمیں اس کاروبار کو ختم کرنا ہے۔ ابھی جو ہمارے ڈاکٹر مناف ترین کے ساتھ ہوا اُس بیچارے نے کس مجبوری کی حالت میں، میں نہیں جانتا کہ کتنا payment کیا ہے اپنی جان چھڑائی ہے۔ ہمیں اس کرامم کو جو گروہ اُنکے پیچھے ہیں ان کو ختم کرنا ہے۔ ہمارے آغالیات صاحب بیٹھے نہیں ہیں اُس دن وہ کہہ رہے تھے ”کہ مجھے بھی کسی منظر نے اغوا کیا“۔ ابھی میں نے اپیکر چیئر میں کہا کہ آغا صاحب! آپ ابھی اُسکا نام لیکر ڈر رہے ہیں مفوی نے پیسے دیکر ملزموں سے اپنی جان چھڑائی۔ میں نے اُس وقت بھی ان سے کہا کہ آپ اُنکے خلاف کورٹ میں بیان دیں اور ایک مجرم سزا ہو جائے تاکہ اس کاروبار میں کوئی اور اغوانہ ہو۔ اپیکر صاحب! ہمیں خوش فہمی میں نہیں ہونا چاہیے کہ ابھی حالات ٹھیک ہیں۔ جب تک ہماری پلک گورنمنٹ کو appreciate نہیں کر لیگی کہ واقعی جو جرام ہیں بلوچستان میں جو اغوا برائے تاوان کی وارداتیں ہو رہی تھیں جو target killings ہو رہے تھے وہ ختم ہوئے ہیں۔ اس وقت ہم سکھ کا سانس لیں گے اور ہمارے سارے بلوچستان کے لوگ بھی یہی چاہتے ہیں کہ ہم سکھ کا سانس لیں۔ اپیکر صاحب! ہم سے مراد یہ نہیں کہ میں ڈاکٹر صاحب سے کہوں، بلکہ ہم سارے، یہ اُس دن کہیں کہ واقعی بلوچستان کے حالات ٹھیک ہوئے ہیں پھر ہم سمجھتے ہیں اور ہمارے عوام بھی ہماری حکومت کو سراہیں گے۔ thank you

جناب چیئر میں: Thank you very much.

Please take the floor

سردار غلام مصطفیٰ خان ترین (وزیر پیدائش، رول ڈولپمنٹ، اربن پلانگ ڈولپمنٹ): جناب اپیکر! امن و امان پر بحث شروع ہے۔ ہمیں کچھ حقیقت بھی کہنی چاہیے یہاں مختلف میرے دوستوں نے speech کی کچھ ممبران نے جان بوجھ کر حقیقت بیان نہیں کی۔ اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ یہ پہلی حکومت میں تھے اور وہ نہیں چاہتے تھے اپنی حکومت کی دفاع کر رہے تھے۔ جناب والا! اگر ہم حقیقت میں جائیں کہ پاکستان میں امن و امان کیوں خراب ہوا؟ لوگ مختلف باتیں کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ افغانستان کے انقلاب کے بعد کوئی کہتا ہے کہ ایران کے انقلاب کے بعد کوئی کیا کہتا ہے، حقیقت میں پاکستان میں حالات مارشل لاءِ ایڈمنسٹریٹریوں کی وجہ سے خراب ہوئے۔ دنیا میں انقلاب آتے ہیں لیکن جب افغانستان میں انقلاب آیا تو ہمارے مارشل لاءِ ایڈمنسٹریٹر ضیاء الحق نے یہاں ہماری کچھ سیاسی پارٹیاں نام لینا مناسب نہیں سمجھوں گا۔ لیکن تاریخ گواہ ہے، میڈیا گواہ ہے کہ اس ڈیشنگرڈی میں ضیاء الحق کی کس نے مدد کی۔ یہاں تک کہ ہماری کچھ سیاسی پارٹیوں کے اختیار میں تھے کہ وہ اسلحہ سپلائی کرنے کی انکو اجازت دے دی تھی۔ اور اسلحہ کہاں سے آ رہا تھا ؟ الرز کہاں سے آ رہے تھے؟ اور اس

تمام دہشتگردی کی سر پرستی امریکہ کر رہا تھا۔ اور امریکہ کے ساتھ مل کر پاکستان کی کچھ سیاسی پارٹیوں نے بیشمول ضیاء الحق نے پاکستان کو تباہی کے کنارے پر لا کھڑا کیا۔ ہم لوگ یونیورسٹی سے کہتے ہیں اُس وقت پشوتوخواہی عوامی پارٹی اور نیشنل قوم پرست پارٹیوں نے اسکی مخالفت کی اور ہم لوگ جیلوں میں بیٹھے تھے اور یہ لوگ کلاشناکوف تقسیم کر رہے تھے۔ اُس وقت بھی ہم نے کہا کہ یہ نہیں کرو یہ پاکستان کی بربادی ہے۔ اور ہماری قوم پرستوں کے خلاف نعرے دیواروں پر لکھتے تھے ہر دیوار گواہ ہے وہ کہتے تھے کہ اس انقلاب کے بعد ہم تو امریکی انقلاب کا نام دیں گے اس کے بعد پھر قوم پرستوں کی یہاں قبریں بنیں گی۔ اُس وقت بھی یہی اسمبلی تھی یہی نمائندے تھے، آپ نے کیوں ان دہشتگردوں کی مخالفت نہیں کی۔ جناب اسپیکر! یہی اسمبلی تھی مشرف آیا اسمبلی میں اسکے ساتھ کون تھے؟ تو جناب عالی! میں اتنا کہوں گا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اس وقت امن و امان کی صورتحال اُسی طرح ہے جیسے دس سال پہلے تھی۔ یہ بالکل غلط اور حقیقت پر منی نہیں ہے کوئی شہر گواہ ہے، پشین شہر گواہ ہے کہ اپنی اور چمن کی روڈ گواہی دے گی کہ یہاں عورتوں کو انواع کیا جاتا تھا۔ مردوں کو چھوڑو یہاں عورتوں کے کانوں سے سونے کی بالیاں نکال کر لے جاتے تھے پشین میں دہشتگرد جس کی سر پرستی پچھلی حکومت کر رہی تھی پشین شہر سے عورتوں کو اٹھایا جاتا تھا کوئی شہر سے عورتوں کو اٹھایا گیا۔ اور اُس وقت کی یہ اسمبلی بتائے کہ انہوں نے اتنی جرأت کی۔ آج تو میں وزیر اعلیٰ کو داد دیتا ہوں کہ وہ ہر وقت یہی کہتے ہیں کہ امن و امان پر اسے اسمبلی میں بحث کی جائے اور جو خامیاں ہیں اُن پر بحث کرو۔ آپ حقیقت بھی بتائیں آپ چمن جائیں آپ پشین جائیں آپ کوئی میں رہیں، جہاں بھی جائیں آپ کو امن ملے گا۔ یہ مجھے علم ہے کہ دہشتگرد اب خوف میں ہیں کہ یہ حکومت ہمیں چھوڑے گی یہ ہمارے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ ایسے نہیں ہے کہ ہم یہ کہیں کہ سو فیصد امن آیا ہے۔ نہیں، لیکن یہ عوامی حکومت جتنا امن لائی ہے پچھلے دس پندرہ سالوں کی تاریخ میں آپ کوئی نہیں ملے گا۔ لوگ سکون سے رہ رہے ہیں اور حکومت لگی ہوئی ہے سوئی ہوئی نہیں ہے کہ اسکو مزید کس طرح بہتر بنایا جائے اس پر کس طرح کام کیا جائے۔ لیکن اس کیلئے اس اسمبلی میں سب سے پہلے ہم لوگوں کو کردار ادا کرنا ہوگا۔ لوگ تو کہتے ہیں کہ فلاں انواع ہو گیا ہے ابھی کرد صاحب نے جو کہا یقیناً ہو چکا ہے۔ لیکن یہ بھی آپ بتائیں کہ حکومت نے اسیں کتنی کوششیں کیں۔ لیکن ہمارے کچھ حضرات اس بات سے پتا نہیں کیوں ڈرتے ہیں حقیقت نہیں بتاسکتے کہ اس انواع میں کن کن کا ہاتھ تھا؟ آپ تو اس حکومت پر کر رہے ہیں لیکن آپ بھی اتنی ہمت کریں کہ ڈاکٹر مناف کو کس نے انواع کیا؟ لیاقت آغا کی بات کی اُس کو کس نے انواع کیا؟ لیاقت آغا تو نہیں بتاسکتے آپ تو بتا دیں آپ بھی نہیں بتاسکتے۔ مجھے وہ نام ابھی صادق عمرانی۔ میں کہتا ہوں کہ صادق عمرانی اسے آیا ہے۔ لیاقت آغا نے نہیں بتایا آپ بتا دیتے۔ نہیں میں بتا دیتا

ہوں بات دراصل یہ ہے کہ ہم لوگ بھی حقیقت نہیں بتاتے ہیں اگر ہم لوگ حقیقت بولیں اس حکومت کو اسکی نشاندہی کریں وزیر اعلیٰ کو بتادیں کہ فلاں آدمی ہے دیکھو پھر اس پر کارروائی ہوتی ہے یا نہیں؟ جناب عالیٰ! ہمیں سب سے زیادہ ضرورت امن و امان کی ہے۔ اس اسمبلی میں ہماری صوبائی حکومت کا پہلے دن سے فیصلہ یہی ہے کہ سب سے پہلے اس صوبے کو ہم لوگوں نے امن دینا ہے۔ ہماری حکومت کو بننے ہوئے کتنا عرصہ ہوا ہے چھ سالات مہینے۔ آپ حقیقت بیان کریں کہ چھ مہینے میں کون اتنی جلدی اس صوبے کو امن دیا ہے۔ ہم لوگ اس وقت 80 فیصد تک اس صوبے کو امن دے چکے ہیں۔ دس پندرہ سال ضایاء الحق سے لے کر ان ڈیشنٹریوں کی پناہ اور انکو تربیت دینے کے لئے آپ نے لگائے ہم نے پانچ چھ مہینے میں کہ آج ہر روڑ محفوظ ہے۔ یہی چنن کی روڑ جس پر کوئی جانہیں سکتا تھا۔ میں چیخنے سے، آپ رات دو بجے بھی اس روڑ پر سفر کریں آپ کو کچھ بھی نہیں ہو گا آپ کو امن ملے گا ہر جگہ یہی امن کے لئے آپ کی حکومت کو شش کر رہی ہے اور مرکز سے بھی رابطے میں ہیں ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس کی مزید بہتری کی طرف ہم جائیں گے۔ اور ہماری انتظامیہ میں خامیاں ہیں ہماری حکومت ان پر نظر رکھی ہوئی ہے جہاں جہاں بھی امن و امان کی خرابی نظر آتی ہے ہماری حکومت کا مرکز کے ساتھ link ہے 20 تاریخ کو ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب اسی مقصد کے لیے اسلام آباد جا رہے ہیں کہ وہاں امن و امان پر بات کی جائیں اور جو انکے دائرہ اختیار میں ہے وہ ان کے سامنے رکھیں۔ دس سال کی تاریخ میں آپ بتادیں کہ آپ کی کون سی حکومت نے، یہاں سے کونسا اتنا بڑا اوفر بار بار وزیر اعظم کے پاس یا صدر کے پاس یا آپ کے کو رکمانڈر کے پاس یا دوسرے اداروں کے پاس گیا تھا اور انکو یہ بتایا کہ یہ یہ ہو رہا ہے؟ جب امن آیا گا تو انشاء اللہ یہ صوبہ ترقی کر گا یہاں ہمیں بڑے افسوس سے یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ ہم لوگ آپ کی حکومت امن و امان کے لیے ہر جگہ جا رہی ہم پہلے بات چیت کے ذریعے امن لائیں پشتون، بلوچ، آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ بندوق کے زور پر کبھی بھی مسئلے حل نہیں ہوں گے۔ ہمارے درمیان، ہم لوگوں کی روایات یہی ہیں۔ جتنے بھی مسئلے مسائل اور دشمنی برہتی ہے چاہے ہیں، ہیں قتل، سو قتل ہوں لیکن آخر سکا حل یہی ہے کہ وہ بیٹھ کے بات چیت کے ذریعے اس مسئلے حل کریں۔ اس لئے آپ کی حکومت، وزیر اعلیٰ صاحب بات چیت کیلئے بھی بھاگ دوڑ کر رہے ہیں ہر ایک کے ساتھ رابطہ میں ہیں کہ بھائی امن آجائے۔ تو جناب والا! یہ نہیں ہونا چاہیے کہ پھر لوگ پر لیں کافنس کریں اور اس حکومت پر غلط الزامات لگائیں۔ مولوی صاحب چلے گئے انکی جو بھی پر لیں کافنس ہیں جو بھی بیانات دیتے ہیں میں انہیں رد کرتا ہوں اور یہ جھوٹ کے پنڈے ہیں۔ آپ آ کر بیٹھیں آپ ریکارڈ طلب کریں کہ کچھلے ادوار میں کتنے واقعات ہوئے ہیں اور اس ادوار میں کتنے ہوئے ہیں۔ ابھی تو سچ بات کوئی کہتا ہی نہیں ہے تو

جناب والا! امن کیلئے یہ عوامی حکومت دن رات کام کر رہی ہے اور انشاء اللہ اُس وقت تک یہ حکومت نہیں بیٹھے گی جب تک اس صوبے میں امن نہیں آیا گا۔ ہم لوگ جدوجہد جاری رکھیں گے۔ اور حزب اختلاف سے ہماری یہی درخواست ہے کہ وہ ہمارا ساتھ دے اور امن کو مزید خرابی کی طرف نہ لے جائیں، اخباروں میں بیانات یا اسمبلی کے فور سے۔ آپ آ کر ہمارے ساتھ اس حکومت کے ساتھ صحیح معنوں میں ذمہ داری کے ساتھ نیک نیتی کے ساتھ ہمارا ساتھ دیں تو انشاء اللہ امن آیا گا۔ اب وہ وقت گیا کہ کوئی وزیر یا صوبائی اسمبلی کا کوئی ممبر دھنگر دوں کے ساتھ ہو گا۔ یہ اعلان ہم لوگ کرتے ہیں، پستونخواہ ملی عوامی کی طرف سے، باقی حکومت کی طرف سے کہ ہم دھنگر دی کے خلاف ہیں اور ان کے خلاف ہم لڑیں گے اور اس وقت تک لڑیں گے جب تک اس صوبے میں امن نہیں آیا گا۔

Thank you

جناب چیئرمین: بڑی مہربانی۔ جی وزیر اعلیٰ صاحب۔

ڈاکٹر عبدالمالک (وزیر اعلیٰ قائد ایوان): ایک انہائی سنجیدہ مسئلے پر ہم صحیح سے بیٹھے ہوئے ہیں اور دو دن debate کر رہے ہیں۔ اور جب conclude کرنے کی باری آیگی وزیر صاحب کریں گے۔ اپوزیشن کا انداز یہ ہے کہ انہیں جو کچھ کہنا تھا وہ کہہ کر چلے گئے۔ اب سنجیدگی کی ضرورت یہ ہے کہ اگر واقعی وہ سنجیدہ ہیں تو ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اُنکو بھی یہاں آ کر بیٹھنا چاہیے باہم سُننی چاہیں۔ اب منظر صاحب کس کو جواب دیں؟ ہمارے فاضل دوست کہتے ہیں کہ فرق نہیں پڑا ہے۔ ابھی وہ analyse کریں گا کہ اس چھ مہینے میں اور اس چھ مہینے میں یہاں لا اے اینڈ آرڈر پر کتنا فرق پڑا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اپوزیشن کے دوستوں کو، اگر ہم پر الزم اگادیتے ہیں یا محترم گیلو صاحب جو کہتے ہیں کہ جی کوئی فرق نہیں ہے۔ وہ کم از کم منظر صاحب کی speech تک تو بیٹھیں ناں اتنا تو سنجیدہ ہونا چاہیے اگر واقعی ہم سنجیدہ ہیں۔

جناب چیئرمین: دیکھیں تمام ممبر ان اسمبلی کو اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے بھانا چاہیے۔ چونکہ ایک اہم اجلاس ہو رہا ہے، امن و امان پر بحث جاری ہے۔ تو اپوزیشن کے دوستوں نے جو نکات اٹھائے ہیں اُنکا جواب وزیر داخلہ صاحب آخر میں دیں گے۔ تو اپوزیشن کے رہنماؤں کو یہاں موجود ہونا چاہیئے۔ جی مولوی معاذ اللہ صاحب۔

مولوی معاذ اللہ موسیٰ خیل: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ شکر یہ جناب اپنیکر۔ رَسُولُ خُدَّلِ الْيٰسِيْنَ کا فرمان مبارک ہے کہ ”تمام کلمہ گو جہاں بھی ہوں ایک جسم کے مانند ہیں“۔ اور آپ کو تجربہ ہو گا کہ جسم کے جس حصے میں تکلیف ہو، باقی جسم کو بھی تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ سردار مصطفیٰ ترین نے جو تقریر کی میں اُس طرف نہیں جاتا ہوں۔ بالکل

سارے حکومتی ساتھی جو بیان کر رہے ہیں۔ خُدا کرے کہ ایسا ہو جائے کہ اس صوبے میں آمن آجائے۔ لیکن تنقید برائے تنقید یہ مناسب نہیں ہے، خاص کر گزرے ہوئے زمانے پر، گزرے ہوئے لوگوں کے ہوں گے یقیناً۔ ہم اس وقت سے جس وقت سے ہم یہاں اسمبلی میں آئے ہیں۔۔۔ کورم کی نشاندہی کی گئی۔

جناب چیرمین: جناب! میں نے گن لیا پورا ہے۔ جی مولوی صاحب! آپ بولیں، کورم پورا ہے جی۔

مولوی معاذ اللہ موئی خیل: جب سے دسویں اسمبلی کا انعقاد ہوا ہے اُس دن سے تقریباً تمام ممبران اس ہاؤس کے، یہی بات کر رہے ہیں کہ آمن نہیں ہے، آمن نہیں ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آمن نہیں ہے۔ اور ہماری اس بات پر اتفاق ہے کہ ہم پر آمنی سے ڈرتے ہیں۔ یہ دو باقی یقینی ہیں۔ چاہے یہاں حزب اختلاف والے ہوں یا حکومت والے یا اس بات پر متفق ہو چکے ہیں۔ جیسے کہ ان دو اجلاسوں میں آمن کے حوالے سے مختلف ساتھیوں نے بحث کی۔ لیکن آج تک اسمبلی کے قوانین کے حوالے سے اس کی کوئی ایسی قانونی حیثیت میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آئندہ کیلئے اسمبلی کی طرف سے موجودہ حکومت کی طرف سے، یہ لازمی نہیں ہے کہ وہ آدمی حکومت میں ہے جسکے پاس کوئی وزارت ہو۔ یقیناً یہ ایک عہدہ ہے جسکی بڑی ذمہ داریاں ہیں۔ سارے MPAs جو اس اسمبلی کا حصہ ہیں اس حکومت کا بھی حصہ ہیں۔ جب عوام نے انکو نمائندہ بنایا کر کے یہاں بھیجا ہے تو اس اسمبلی کا حصہ ہیں۔ میرے ذہن میں یہ آتی ہے آمن و امان کے حوالے سے کہ وزیر اعلیٰ اور پورے ہاؤس کے ممبران اگر مناسب سمجھیں انکو چاہیئے کہ وہ آپس میں پیڑھ کر کوئی ایسی قانونی شکل بنادیں تاکہ ہمارے، یقیناً اس صوبے کا آمن، جیسے حکومتی بخراں والے کہتے ہیں کہ آمن ہے۔ اس بات پر کوئی ناراض نہیں ہوتا کہ آمن نہ ہو۔ اگر واقعی آمن ہو، تو آمن کو آگے لے جانے کیلئے۔ اگر اس بات کو ہم آگے چلائیں گے یقیناً کسی جگہ پر بھی آمن نہیں ہے۔ آج تو دو بھائیوں کے درمیان آمن نہیں ہے۔ میں حکومتی بخراں کو اپنی حیثیت سے کہ ہمارے حقوق اُس نے محفوظ نہیں کیتے ہیں پتا نہیں کیا ہجہ ہے، ایک گلہ بھی ہے۔ ہمیں بھی عوام نے ووٹ دیا ہے، شاید اس اسمبلی کے اندر بیٹھے ہوئے بہت سے ممبروں سے مجھے زیادہ ووٹ ملا ہو گا وہ کیسے؟ مخالفت کے حوالے سے۔ میں C.M. صاحب کے گوش گزار کرتا ہوں اگر مناسب ہو میرے ضلع میں، ہم نے اُسکی مخالفت نہیں کی۔ جس نے بھی کی ہے اُسکی مخالفت بھی ہم نہیں کرتے۔ تقریباً میں دن سے میرے ضلع میں D.C. نہیں ہے۔ اگر ان ضلعوں میں C.D. کا ہونا ضروری ہے یا امن کے حوالے سے یا ترقی کے حوالے سے۔ Target killing کے حوالے سے تو میرے ضلع میں D.C. نہیں ہے۔ جس نے وہاں سے یہ اٹھایا ہے۔ کس حوالے سے اٹھایا ہے۔ جس C.D. کی نامزدگی وہاں ہوئی ہم اُس پر مخالف یا ناراض نہیں تھے۔ میں آج

بھی کہتا ہوں کہ براہ کرم وہی D.C جس کا نام سہیل تھامیرے خیال میں بلوچ ہے، اُس کو ہمارے ضلع کیلئے بھیج دیں۔ میری معلومات تک ہمارے جتنے بھی ملکے ہیں جن کا تعلق یعنی ملازمین کا D.C کے ساتھ ہوتا ہے جیسے لیوزن، اور بھی ملکے ہیں جن کے ملازمین کو پچھلے مہینے کی تاخواں ہیں بھی نہیں ملی ہیں ان کا گزارہ اُسی تاخواہ پر ہوتا ہے جب انکو تاخواں نہیں ملتیں تو غربت اور بیماری کی وجہ سے چوری پر مجبور نہ ہو جائیں تو یہ بھی بدآمنی کا حصہ ہو گا۔ D.C نہیں ہے تاخواں کی منظوری کون دیگا۔ ہم آمن چاہتے ہیں خدا کرے کہ اس حکومت کے دور میں آجائیں۔ ہم بھی اُسی کا حصہ ہیں اُس کیلئے کوئی ایسی قانونی شکل۔ میری یہ تجویز ہے کہ بیٹھ کر حزب اختلاف والے ہوں یا حکومتی پخزاں والے ہوں یا دوسرے ادارے ہوں۔ جس طریقہ سے آمن آسکتا ہے ہم اسکی حمایت کریں گے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: Thank you very much جی. قائد ایوان صاحب۔

قائد ایوان: جی یہ جو بار بار کہتے ہیں کہ کورم ٹوٹ گیا ہے، کورم بالکل نہیں ٹوٹا ہے 16 رکن ہیں۔ اس وقت ہم 17 لوگ بیٹھے ہوئے ہیں سڑاڑھے 4 گھنٹے سے اجلاس چل رہا ہے یقیناً کسی کی ضرورت ہوتی ہے نکل جاتا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ مطلب اتنی بڑی debate جو لاءِ اینڈ آرڈر پر ہو رہی ہے اور اپوزیشن کو بار بار کورم کا کیوں خیال آ رہا ہے وہ آ کر بیٹھیں ہماری باتیں سنیں۔ جو اس گورنمنٹ کی 6، 7 مہینے کی کارکردگی رہی ہے منظر صاحب اُنکو دکھادیں گے۔ تو بار بار اگر آپکا کام یہ ہے کہ آپ سنجیدہ نہیں ہیں اور کورم کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اس سے بڑی بلوچستان کی کیا بد قسمتی ہو سکتی ہے کہ لاءِ اینڈ آرڈر پر اپوزیشن اتنا سنجیدہ نہیں ہے۔

جی۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے) thank you

جناب چیئرمین: Thank you میر خالد لانگو صاحب! take the floor!

میر خالد لانگو (مشیر برائے وزیر اعلیٰ ملکہ نژادہ): بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ شکریہ جناب اسپیکر! ایک اہم issue پر بحث چل رہی ہے جناب اسپیکر! چونکہ حکومت کا فرض ہوتا ہے اپنے عوام کو، اپنے لوگوں کو آمن دینا۔ میرے خیال میں آمن سے زیادہ کوئی چیز زیادہ important نہیں ہے۔ لیکن ضرور ہم موازنہ کریں گے، جب سے ہماری حکومت آئی ہے یا اُس سے پہلے۔ جناب اسپیکر! ایک وقت ایسا تھا ہمارے علاقے میں، خاص کر بلوچ بیلٹ میں۔ ایک تو وہ آزادی پسند لوگ تھے جو آزادی چاہتے تھے آزادی کے نام پر لوگوں کو مار، دھاڑکر رہے تھے۔ اور جناب اسپیکر! کچھ ایسے بھی تھے جو سرکاری سرپرستی میں لوگوں کو اٹھاتے اور مارتے تھے۔ ادھر بڑے بڑے لوگ آئے جو نامار تھے اپنے علاقوں کے چیف کھلاٹے تھے جناب! کسی میں اتنی جرأت اتنی ہمت نہیں تھی

کہ وہ فوج سے بات کریں اداروں سے بات کریں کہ چلو جی جو آزادی کی بات کرتے ہیں اُنکے ساتھ تو فوج لڑتی بھی ہے آپ پیش بھی کرتی ہے۔ جو یہ سرکاری سرپرستی میں چل رہے ہیں انکا تو کوئی علاج کیا جائے۔ جناب عالیٰ! میں بڑے فخر سے کہتا ہوں کہ اس عوامی حکومت نے جو متوسط طبقہ سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں یہ قوم پرست لوگ ہیں۔ جناب عالیٰ! آپ موازنہ کریں اپوزیشن کے دوست آ کر بیٹھیں۔ لیکن اسی غریب کے پیچے نے مکران سے تعلق رکھنے والے غریب کے پیچے ڈاکٹر عبدالمالک نے جو بھی ادارے تھے جو بھی بڑے طاقتوں اور زور آور لوگ تھے اُنکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی کہ آمن چاہیے۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے) اور جناب والا! آج میں دعوے سے کہتا ہوں دیکھیں awareness لوگوں میں آگئی ہے میدیا آگیا ہے۔ میں بلوج بیلٹ کی آپکو بتا ہوں بلوج علاقوں کی سرکاری سرپرستی میں چلنے والے جو لوگ دشمنگردی کرتے تھے جو اغوا برائے تاداں کی وارداتوں میں ملوث تھے جو بھتہ خوری کرتے تھے۔ آج میں ایمانداری سے کہتا ہوں کہ وہ چیزیں بالکل ختم ہو گئی ہیں۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے) یہ حقیقت ہے ہم عوامی لوگ ہیں صرف اللہ سے ڈرتے ہے ہمارا ایمان ہے کہ جورات قبر میں ہے وہ باہر نہیں جو باہر ہے وہ قبر میں نہیں۔ جناب عالیٰ! لوگوں کے پاس ایف سی کے ایجنسیوں کے کارڈ تھے جو اغوا برائے تاداں اور ڈکٹیوں میں ملوث تھے اب وہ سارے کارڈ ختم ہو گئے ہیں یہ حقیقت ہے اب علاقوں میں آمن آیا ہے۔ اور جہاں تک رہی بات ملک دشمن عناصر کی، جو خود کو ”آزادی پسند“ کہتے تھے جناب والا! اُنکا بھی قلع قلع ہو چکا ہے اُنکی وارداتیں، کوئی کے حوالے سے آپ دیکھیں کوئی میں اُنکے زیادہ تر جو معاملات ہوتے تھے یا بلوج belt میں یہ جو element تھا، Anti-State تھے وہ بہت حد تک Zero percent تو نہیں لیکن ختم ضرور ہوئے ہیں۔ جناب! اعداد و شمار دیکھیں اپوزیشن کے دوستوں سے میں گزارش کروں گا کہ تنقید برائے تنقید نہیں، تنقید برائے تعمیر کریں۔ ابھی ہمارے وزیر داخلہ صاحب اعداد و شمار پیش کریں گے۔ دیکھیں جی! تنقید یا نافرمانی ممالک اور تنقید پر یہ ممالک، کسی بھی ملک میں Crime ratio صفر نہیں ہے، امریکہ میں بھی نہیں ہے نہ یورپ میں ہے۔ لیکن ضرور حکومت وقت کا فرض ہوتا ہے اپنے عوام کی جان و مال کا تحفظ کرنا ہمارا بھی فرض ہے اور انشاء اللہ اپنے فرائض سے یہ حکومت کوتا ہی نہیں کریں گی۔ ضرور کچھ واقعات ہوئے ہیں لیکن دوست ذکر کرتے ہیں کہ جی فلاں جگہ ایک بندہ قتل ہوا۔ آئیں بیٹھیں جی ہم اور آپ موازنہ کریں کہ ہمارے دوسریں کیا ہوا ہے اور کیا ہو رہا ہے یا آپکے دوسریں کیا ہوا تھا، کیا ہو رہا تھا؟ جناب اپیکر! آپ یقین کریں میں ایک سیاسی درکار کی حیثیت سے، میرا علاقہ منگر میں آپ یقین کریں groups تھے اُنکا مقابلہ ہوتا تھا کہ کون کتنی بڑی واردات کریگا کون موٹا مال لایگا کوچوں کو لوٹتے تھے

میں آپ کو حلفیہ کہتا ہوں ٹڈا کی قسم یہ چیزیں سال دو سال پہلے ہمارے علاقے میں تھیں۔ لیکن آج الحمد للہ میں یہ دعوے سے کہتا ہوں جب سے ہماری Coalition Government بنی ہے مگر میں انوار برائے تادان کا ایک واقع بھی کوئی ثابت کرے میں اسمبلی سے استعفی دوں گا۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے) جناب والا! جو حقیقت ہے اُسکو تسلیم کریں بلا وجہ تقدیم کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں گزارش کروں گا کہ سردار صاحب اور مولوی صاحب کے علاوہ اپوزیشن کی طرف سے کون بیٹھا ہے۔ واقعی وہ بھی سردار ہیں مولوی نہیں ہیں اگر آپ اتنے سنجیدہ ہیں آمن و امان سے آپ کو اتنی پریشانی ہے آپ عوام کیلئے اتنے غم زدہ ہیں تو بیٹھیں بحث میں حصہ تو لیں سنیں تو لوگ کیا کہتے ہیں۔ جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ انشاء اللہ و تعالیٰ ہماری کوشش ہے ڈاکٹر صاحب کی قیادت میں یہ عوامی حکومت ہے گو کہ اسیں بہت بڑے نام والے نہیں ہیں قبائلی حوالے سے بہت بڑے بُت نہیں ہیں۔ لیکن یہ ہے کہ اُنکے ساتھ ایک commitment ہے اور یہ commitment بلوچستان کے عوام کے ساتھ ہے۔ ہم نے deliver کرنا ہے انشاء اللہ ہم نے آمن و امان دینا ہے۔ اور انشاء اللہ و تعالیٰ ہمارا اور گزری ہوئی حکومتوں کا موازنہ پانچ سال بعد آئیگا۔ اللہ کرے کہ پانچ سال بعد بھی ہم انشاء اللہ ادھر بیٹھے ہوں اگر ادھر بیٹھے بھی ہوں تو پھر بھی اُنکے ساتھ انشاء اللہ و تعالیٰ موازنہ کریں گے۔ بہت مہربانی جناب! شکریہ۔

جناب چیئرمین: بڑی مہربانی۔ جناب منظور احمد خان کا ڈاکٹر صاحب floor سنبھالیں۔

جناب منظور احمد خان کا کڑ: Thank you جناب اسپیکر! صاحب۔ آج آمن و امان کے حوالے سے جو ایک نہایت اہم موضوع ہے۔ جسکی نشاندہ ہی ہمارے اپوزیشن کے بھائی جو بیٹھے ہوئے ہیں ڈاکٹر صاحب، خالد لانگو صاحب تمام دوستوں نے نشاندہ ہی کی کہ جو اہم مسئلہ آمن و امان کے حوالے سے ہے، وہ اسیں کتنے سنجیدہ ہیں اس سے ہم اندازہ لگاسکتے ہیں۔ اور ٹریشوری پنجم پر، حکومت کیا چاہتی ہے عوام کیلئے اور آمن و امان کیلئے اس پر دوستوں نے بات کی۔ آمن ترقی کا نتیجہ ہے آمن و امان پر دوستوں نے بڑی detail سے بات کی ہے اور کافی دریبھی ہو گئی ہے ہوم فنسٹر صاحب اس پر اپنا conclusion بھی کریں گے۔ لیکن چند باتیں آمن و امان کے حوالے سے یا گزری ہوئی حکومتیں جو اس حکومت کو تقدیم کا نشانہ بنارہی ہیں۔ ایک چھوٹی سی مثال دوڑگا جناب اسپیکر! مصطفیٰ خان صاحب نے بھی اسکی نشاندہ ہی کی۔ گلستان روڈ، قلعہ عبداللہ، چمن اسکی مثال ہم بار بار کیوں دیتے ہیں؟ اس نے جناب اسپیکر! کہ یہ وہی شاہراہ ہے جس پر کچھلی حکومت میں یہی ایم این اے، بینیٹر، وزیر آتے تھے۔ لیکن اُنکی دلچسپی اور اس حکومت کی دلچسپی اور وہاں سے جو منتخب نمائندے ہیں اس دو حکومت کے، اُنکی دلچسپی پر ہم صرف اس نے موازنہ کرنا چاہتے ہیں۔ جناب اسپیکر! یہ وہی شاہراہ ہے جس پر

پہلے ہم دن کو نہیں جاسکتے تھے اب رات کو دو بجی لوگ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بالکل آمن وامان ہے۔ تو اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جو منتخب نمائندے ہیں یا ہماری Coalition Government ہے اسیں اُنکی کتنی دلچسپی ہے۔ آمن وامان اور عوام کی جان و مال کو تحفظ دینا۔ جناب اسپیکر! وہاں کے اسٹینٹ کمشنر اور ڈپٹی کمشنر نے جرائم پیشہ لوگوں کے خلاف سخت کارروائی کی اور شکر ہے اب وہاں آمن ہے جیسے پہلے آمن کا گھوارہ تھا گلستان، قلعہ عبداللہ یا چمن یا کوٹہ شہر۔ جناب اسپیکر! یہ پچھلی حکومتوں کا ایک تسلسل ہے وزیر اعلیٰ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں شہر میں کوئی بھی واقعہ ہوتا ہے ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب اور Coalition Government کے ساتھی جا کر اُنکے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں اُنکے زخموں پر مر ہم رکھتے ہیں، نہیں کہتے ہیں کہ ہم آپکے لئے tissue کے ٹرک بھیجیں گے۔ بہت افسوس کی بات ہے وہاں درجنوں لوگ یا وہ پستوں بیلٹ میں تھے یا بلوچ بیلٹ میں یا وہ کسی اور مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے لوگ تھے اُنکے لئے جہاں حکومتیں بنتی ہیں وہ لوگ حقیقتاً اس ایوان کے وارث ہوتے ہیں۔ جیسے کہ ہماری Coallition Government میں قوم پرست پارٹیاں ہیں وہ حقیقتاً اس صوبے کے حوالے سے آمن وامان کے حوالے سے بہت دلچسپی رکھتی ہیں۔ جناب اسپیکر! اگر ہم ارباب ظاہر صاحب کی بات کریں آمن وامان کے حوالے سے بیشک اس طرح کے واقعات ہوئے ہیں۔ لیکن جو حکومتیں گزری ہیں اُنکی نسبت بہت کم ہوئے ہیں۔ اور ہم نہیں کہیں گے کہ کم ہونے کے باوجود ہم اسکے اوپر آنکھیں بند کر کے بیٹھیں گے ہم اس میں دن رات ایک کریں گے اس میں بہتری لانے کی کوشش کریں گے۔ جناب اسپیکر! اگر یہاں سب کچھ ہوا اور آمن وامان نہ ہو تو ہم آگے گئے ترقی کریں ہی نہیں سکتے۔ اس شہر کو ہم نے ہی آمن وامان دینا ہے۔ جنہوں نے ہمیں اس ایوان میں بھیجا ہے اُنکے توقعات یہی ہیں کہ ہم آنہیں آمن وامان اور اُنکے سر و مال کا تحفظ کر سکیں۔ پشتو نحومی عوامی پارٹی ہمیشہ اس بات پر اسکے آئین و منشور میں یہ بات رہی ہے اور اس پر ڈلی ہے۔ جہاں بھی وسائل ہوئے اُس علاقے کا اُس پر اختیار ہو گا اسکی ملکیت ہوگی اور اُس کا نام ہو گا۔ ہمارے جتنے بھی ناراض بھائی پہاڑوں میں گئے ہیں ہم ان سے کہتے ہیں کہ ہماری حکومت ڈاکٹر صاحب بالکل آپکے ساتھ dialogue کرنے table talk کرنے میں سنجیدہ ہیں۔ لیکن آپکے جو جائز مطالبات ہیں ایسا نہیں کہ آپ اس صوبے کو اس کے عوام کو کہ ہم آزادی کی لڑائی لڑ رہے ہیں آپ انکو عذاب میں ڈال رہے ہیں گیس پائپ لائن اُڑانا بجلی کے ٹاؤن اُڑانا۔ اگر آپکو اُڑانا ہے تو جو پائپ لائن پنجاب جا رہی ہے اس کو اُڑا دو اس صوبے کے کیوں اُڑاتے ہیں یہاں کے عوام کو کیوں مشکلات میں ڈالتے ہیں۔ جناب اسپیکر!

جناب چیرمن: اُسکو بھی نہ اُڑایا جائے۔

جناب منظور احمد خان کا کثر: نہیں جناب اپسکر! میں وہ بات نہیں کر رہا۔ ہم صوبے کے حوالے سے بات کر رہے ہیں کہ ہم نے اس صوبے کو امن دینا ہے یا اس صوبے کو facilities facilitate دینی ہیں یا جسکو ہم بھی اگواہ ہوئی ہے یہ ساری چیزیں ہمیں دیکھنی ہوتی ہیں۔ جناب اپسکر! مزید وقت آپکا نہیں لوٹا ہمارے جو Express اخبار کے حوالے سے کراچی میں جو واقعہ ہوا ہے میں اُسکی بھی مدت کرتا ہوں اپنی طرف سے اور اپنی پارٹی کی طرف سے اور وہاں جیو کے ولی باہر صاحب ساتھ ہو جو بھی دشمنگردی ہو رہی ہے یا میڈیا کے حوالے سے جو لوگوں کو Target killing کا شانہ بنایا جا رہا ہے ہم نے تمام کی مدت کی ہے۔ جناب اپسکر! پرنٹ میڈیا ہو چاہے الیکٹرونک میڈیا ہو ہمیں انکو تحفظ دینا چاہیے اور انکو مالی امداد دینی چاہیے۔

جناب اپسکر Thank you

جناب چیئرمین: Thank you very much. ممبران سے گزارش ہے اگر وہ کم وقت لے لیں۔ کیونکہ لسٹ کے مطابق چار، پانچ مقررین ابھی تک رہتے ہیں بعد میں وزیر داخلہ صاحب بھی اس پر تفصیلی بات کریں گے اور ان اراکین سے گزارش کرتے ہیں کہ لاءِ اینڈ آرڈر پر جتنی بات ہوئی ہے زیادہ تر تمام فاضل ممبران نے cover کر لی ہے تو ہمیں conclude کرنے دیں اگر کوئی چیز رہ گئی ہے اُس پر بات کریں۔

وزیر داخلہ: ہم ان اراکین سے گزارش کرتے ہیں کہ لاءِ اینڈ آرڈر پر زیادہ تک تمام فاضل اراکین نے cover کر لیا ہے ہمیں conclude کرنے دیں اگر کوئی چیز رہ گئی ہو تو بتاسکتے ہیں۔

جناب چیئرمین: ابھی یہ جن معزز ممبران صاحبان کا نام ہیں۔ نواب محمد خان شاہواني صاحب کالیست میں نام ہے۔ جی نواب صاحب! Take the floor!

نواب محمد خان شاہواني (وزیر ملازمتہائے امور نظم و نسق): اپسکر صاحب! بہت بہت شکریہ۔ مسئلہ چونکہ بہت اہم ہے، امن و امان کا مسئلہ ہے۔ ہم سب یہی چاہتے ہیں کہ جتنے ہمارے علم میں یا ہمارے ذہن میں جو کوئی معلومات ہیں اس بارے میں یا کوئی تجویز ہے تو لازی ہم اس پر بولنا چاہیں گے اس پر سارے باقیں ہو گئی ہیں لیکن تھوڑا Limit میں بولنا چاہیے یہی گزارش ہے ساتھیوں سے۔ کیونکہ نفسیاتی طور پر بھی دس، پندرہ یا بیس منٹ کے بعد ویسے بھی انسان کا دماغ سُن نہیں سکتا یا نہیں رکھتا۔ امن و امان کے حوالے سے جو پہلے ہمارے صحافیوں کا، وہ بھی مسئلہ ہیں اسی ہمارے آج کے اہم موضوع کے حوالے سے جو آج بحث کیلئے رکھا گیا ہے۔ اگر آمن و امان کا جائزہ لیا جائے تو دو، تین سال پہلے جیسے خالد جان نے ابھی ذکر کیا۔ تو اُس دور میں ہماری کوئی

کراچی روڈ اور بالخصوص کوئٹہ، جیکب آباد روڈ۔ وہاں چند علاقوں کی حدود میں بالکل بازار اتنا گرم تھا کہ کوئی بھی یہاں سے بالکل ثابت نہیں گز رسلتا تھا کوئی کراچی جاتا تھا تو بیلہ پہنچ کر گھروالوں کو خیر خبر کا فون کرتا تھا کہ ”میں بیلہ پہنچ گیا“ یا ڈیرہ مراد جمالی سے آگے نکلتا تو رشتہ داروں کو فون کرتا تھا کہ ”بھئی! خیر ہو گیا ہم اس علاقے سے گزر گئے“ تو اللہ کا شکر ہے کہ نیک نیتی سے بالخصوص ڈاکٹر صاحب اور ہمارے حکومتی اراکین کی کوششوں سے یہ بات ممکن ہوئی جو کہ ناممکن تھی کہ منگھر کے علاقے میں جیسے کہ خالد جان نے کہا اُس وقت ہم اسمبلی کے رکن نہیں تھے ہمارے سارا داں اور جھالا داں کے چند قبائلی سردار، معمتنین ہمارے قلات کے اور ہمارے سارا داں کے بشمول ہمارے خالد جان، اُسوقت منگھر اور سوراب میں بد امنی عروج پڑھی۔ آپ لوگوں کو اس بات کا علم ہو گا اُسوقت ہم لوگوں نے ایک جرگہ منعقد کر کے اس چیز کا سختی سے نوٹ لیا تھا کہ ہم سارے قبائلی لوگ ان گروپوں کے ساتھ رابط کریں گے یا انکو پیغام دیں گے کہ مہربانی کر کے اپنی یہ چیزیں ختم کر دیں لوگوں کو اغوا کرنا اور لُٹ ماریا تو حکومت مہربانی کر کے انکوروں کے نہیں تو پھر ہم قبائلی مجبور ہو کر باہر نکلیں گے۔ تو اُس جرگہ کے بعد منگھر میں آپریشن ہوا اُس آپریشن میں اُنکے چند سراغنہ مارے گئے اور آج کے دن تک وہاں امن ہے۔ اقدامات اُسوقت بھی ہم لوگوں نے اٹھائے تھے۔ افسوس کی بات ہے کہ امن و امان کے حوالے سے اتنا بڑا فرق جو پچھلے ڈور اور آج کے ڈور میں ہمیں نظر آ رہا ہے ہر باشور اور یہاں رہنے والے سیاسی سوق اور سیاسی نظر اور ہر معاملے پر نظر رکھنے والے ہمارے جتنے بھی لوگ ہیں انکو یہ فرق صاف نظر آ رہا ہے۔ میں آپ کو ایک چھوٹا سا واقعہ سُنا وں ایک آدمی دم درود کرتا تھا اُسکی کرامات دم درود کو نہیں مانتی تھی کہ ان میں کوئی اثر نہیں تم جھوٹ بولتے ہو۔ آخر اُس نے ایک ایسا جلہ ملہ کاٹا اور اڑ کر اپنے گھر کے اوپر سے گزرا پھر اُتر کرو اپس آگیا اپنی بیوی کو بولا دیکھا کون اُڑ رہا تھا۔ بیوی بولی ”ہاں! ایک آدمی اُڑ کر جارہا تھا۔ بولا وہ میں تھا۔ بیوی بولی ہاں! تبھی تو ٹیڑھاٹیڑھا جا رہا تھا۔۔۔ (قہقہہ ڈیک بجائے گئے) بہر حال اپنیکر صاحب! چونکہ بحث تو بلوچستان کے امن و امان پر ہے لیکن بشمول پاکستان کے بڑے بڑے شہر۔ سرحد کی مثال لے لیجئے یا بالخصوص کراچی کی جس پر آپ نے ہمارے ساتھیوں نے بھی با تیں کیس کہ واقعی وہاں حالات حد سے گزر گئے ہیں۔ ان کے حوالے سے چند بتیں یا چند سوال ایسے ہیں جو ذہن میں آتے ہیں۔ جو بے انتہا طور پر حد سے گزر جانے والے حالات کی وجہ سے بلوچستان میں تو کنٹرول ہو گئے لیکن کراچی اور باقی علاقوں میں نہیں ہیں۔ ہم روزانہ سُنتے ہیں جو واقعات ہو رہے ہیں، یہ جو عناصر کر رہے ہیں کیا انکوروں کے کلیئے ہماری سرکار نے آخری کوشش آخری تو نانی بھی لگائی ہے یا کچھ بچا کر رکھی ہے ابھی تک دیکھ رہی ہے کہ شاید کنٹرول ہو جائے اُسکے بعد لگادے گی۔ ایک مثال دیتے ہیں کہ

مگا جب لڑائی میں یاد نہ آئے تو بعد میں اپنی گردن پر مارنا چاہیے۔ کیونکہ جب موقع گز رجاء تے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسکے بعد پھر کب ہماری حکومت ہماری فورسزاپنی آخری اور بھرپور طاقت استعمال کریں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ابھی وہی وقت ہے۔ سارے انسان مر رہے ہیں کسی کا بیٹا مر رہا ہے کسی کا باپ مر رہا ہے ہمارے علماء کرام مر رہے ہیں سیاسی لوگ مر رہے ہیں سرکاری لوگ مر رہے ہیں۔ امن و امان فضائم کرنے کیلئے حکومت پاکستان کو اپنی آخری توانائی، آخری لینکنا لوگی جو کچھ بچا کر رکھا ہے وہ سب اس دھنگردی کے خلاف استعمال کرنا چاہیے۔ لوگ بھیڑ، بکریوں کی طرح مر رہے ہیں۔ روزانہ فضائی اتنے بکرے نہیں کا شتے جتنے لوگ مر رہے ہیں، ان علاقوں میں ایک عجیب قسم کی فضا فضائم ہے اس کیلئے ہمارے ساتھیوں نے بہتر انداز میں بات کی ہے۔ کہ اسکے لیے سب سے بڑی جواہم بات ہے وہ یہ کہ لوگوں میں ایک جرأت پیدا کرنی پڑی گی کہ اُنکی نشاندہی کریں لیکن عوام سے زیادہ میں سمجھتا ہوں کہ ان کو سب قوتیں جانتی ہو گئی اُن ذراائع کو ان دھنگردی پھیلانے والوں کو ان غواہ برائے تاوان والوں کو۔ ابھی اُن پر ہاتھ ڈالنا چاہیے چاہے وہ کتنی بھی بڑی طاقت ہوں چاہے۔ تو عبدالظاہر کا سی صاحب کے مسئلے پر ہمارے سارے حکومتی ارکان احتجاج کرنے کیلئے اسلام آباد جا رہے ہیں۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ملک کے 18 کروڑ عوام کو اس بات پر تحدہ ہو کر سرپا احتجاج ہونا چاہیے کہ حکومت ہماری فورسز اُن عناصر جن کو سب جانتے ہیں۔ تیس، پنیتیس سال پہلے کی بات ہے اسی بولان میں میرے خیال میں پنجھرہ پہل سے اس طرف ایک مشہور ڈاکو تھا نام نہیں اور گاہی اسی علاقے کا تھا، ایک دن وہ روڈ بنڈ کر کے گاڑیوں، لوگوں کے زیور، پیسے اور دیگر سامان لوٹ رہا تھا، ایک آدمی نے ذکر کیا کہ ”میری بھی ساری چیزیں لوٹ لیں بعد میں میں نے ڈاکو سے کہا کہ میرے ساتھ لیڈیز ہیں تو اس نے مجھے تھپٹر مارا اور غصے سے کہا کہ ”تو نے پہلے کیوں نے بولا کہ ہمارے ساتھ لیڈیز ہیں یہ لواپنا پیسے جاؤ“۔ پہلے کے چوروں میں بھی تھوڑی بہت رحم دلی تھی جناب اسپیکر! آج کل چور، ڈاکو، غنڈہ یہ تو غیرت اور حیاتم کر کے آتے ہیں۔ ابھی ہم لوگ اس بات پر حیران نہ ہوں کہ کسی قبائلی سردار کو اٹھایا ہے یا کسی بہت بزرگ آدمی کو اٹھایا ہے کسی کے ساتھ عورتیں تھیں اسکو مع عورتوں کے لے گئے ہر چیز ممکن ہے۔ لیکن ہم اپنے اپنے علاقوں میں جہاں سے ہم جیت کر آئے ہیں اپنے آپ کو دار مددگاریں، فکر مند رہیں اپنے حلقوں کے بارے میں ہر وقت باخبر رہنے کی کوشش کریں کہ ایسا نہ ہو کہ یہ ہو جائے۔ لیکن ہمارے لوگ، ہمارے عوام، ہمارے حمایتوں کے علاوہ ہمارے حلقوں میں، ہمارے صوبے میں اور بھی ہمارے مختلف سیاسی بھی ہو گئے اور لوگ بھی ہو گئے۔ ابھی اگر مستونگ میں چھوٹا سا مسئلہ ہو جائے تو وہ مجھے بد دعا میں دیتے ہیں کہ یار! پہلے تو اچھا تھا گیس تو تھی آج گیس بھی نہیں ہے، یار! یہ بھی تو سوچو کہ کل تو تمہارا مال محفوظ تھا نہ عزت

محفوظ تھی۔ گیس کے بغیر انسان جسمانی تکلیف کسی بھی حوالے سے گزارا کر سکتا ہے برداشت کر سکتا ہے۔ اگر کسی کا مال جان اور نگ محفوظ نہ ہو تو وہ تکلیف کسی غیرت مند قوم اور غیرت مند لوگوں کیلئے ناقابل برداشت ہے۔ تو سب سے پہلے ہم اُس بات پر عمل کریں جو سب سے زیادہ ناقابل برداشت ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ ان سب کی نیت، سوچ اور کوششوں سے اتنا ہوا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ چھ مہینے میں اتنی بڑی تبدیلی آئی ہے انشاء اللہ یقیناً اسی طرح یکوشش وجود چہد ہم سب لوگوں کی طرف سے، حکومت کی طرف سے ہوتی رہی تو چاریا پانچ سال میں انشاء اللہ تعالیٰ کامل نہیں تو کچھ نہ کچھ ہم کر لیں گے۔ بہت شکریہ۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے) جناب چیرمن: ایک منٹ مختصر مدد یا سیمین صاحبہ! ابھی تک پانچ، چھ نام ہیں آپ محقر کر لیں تو مہربانی ہو گی۔

سید محمد رضا صاحب نے بہت پہلے نام دیا ہے۔ جی سید محمد رضا صاحب!

Please take the floor.

سید محمد رضا: شکریہ جناب اپنیکر۔ بہت ساری باتیں بار بار repeat ہوئی ہیں۔ میرے بعض دوستوں نے 40 منٹ تک ایک ہی بات کی سکرار کی ہے میں repeat نہیں کرنا چاہتا۔ کچھ بھی نہیں صرف ایک حل دینا چاہتا ہوں کہ جب تک افغانستان کو ہم اپنا پانچواں صوبہ سمجھتے رہیں گے دشمنگردی کا یہ سلسلہ نہیں رُکے گا۔ آخر کب ہمیں اس بات کی سمجھ آئیں کہ ہمیں افغانستان کے بدجنت عوام کو انکے حال پر چھوڑ دینا چاہیے انکو انکا اپنا فیصلہ کر دینا چاہیے۔ نہ صرف یہ کہ ہم نے اس سے کوئی سبق نہیں لیا بلکہ اب شام سے ہماری لاثیں آ رہی ہیں وہاں بھی ہم نے مداخلت کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ اسلام کے ٹھیکیدار ہم ہی کیوں ہیں؟ عرب ریاستوں میں کیا کچھ نہیں ہوتا، ایسے پورٹ پر کیا کچھ نہیں پک رہا ہوتا۔ آپ دئی چلے جائیں دوچھ چلے جائیں، میں خود ہو کے آیا ہوں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے یہاں زور سے ہننے پر بھی پابندی ہے آپ کافر ہو جاتے ہیں۔ میں یہ بات کرنا چاہرہ ہوں آپ کا صرف دو منٹ لوں گا کہ اُس وقت ہم نے روس کے مقابلے میں امریکہ کی حمایت کی تھی اُس وقت جہاد تھا نہ آج جہاد ہو رہا ہے۔ اگر جہاد ہوتا تو ہمیں امریکہ کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا چاہیے تھا۔ ایک طرف عجیب tentative situation میں ہم پھنسنے ہوئے ہیں۔ خود ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا ایک طرف انکو روٹ فراہم کرتے ہیں کہ کنٹینر چلے جائیں، امداد دے رہے ہوتے ہیں اور دوسری طرف دشمنگرد پال رہے ہوتے ہیں کہ جا کر انکے کارروان جلا کیں انکی سپلائی روکیں۔ آخر کب تک یہ ڈرامہ بازی ہم انٹریشنل کیونٹی کے ساتھ کرتے رہیں گے ہمیں اپنی سوچ بدلنے کی ضرورت ہے ہمیں اپنی سوچ بدلتا ہو گی۔ میں انکو اپنے تاداون کی بات کرتا ہوں، ایک جگہ سے انکو کیا جاتا ہے اور انکو کوئی کئی چیک پوسٹوں سے گزار کے لے جایا جاتا ہے۔ میں وثوق کے ساتھ کہتا ہوں میں نے انٹریوز کی ہیں جو تاداون

دے کر واپس آئے ہیں آپ ان سے بات کر کے دیکھ لجھتے۔ جن چیک پوسٹوں سے انگوڑا جاتا ہے وہاں باقاعدہ انکو پیمنٹ ہوتی ہے۔ ٹھیک ہے ہم گزشتہ ادوار کے مقابلے میں ابھی جب بات کرتے ہیں، اس میں بہت کمی آئی ہے۔ الحمد للہ ٹھیک ہے بہت زیادہ کمی ہے میں خالصتاً اپنے لوگوں کے حوالے سے بھی بات کروں گا کہ اگر پاکستان میں شیعہ سنی کا مسئلہ ہے تو اُسکی سزا صرف شیعہ ہزارہ کو کیوں دی جائی ہے؟ پُرانے قوم، کیا تعلیم میں ہماری contribution نہیں تھی کیا اس ملک کے بنانے میں ہماری کوئی contribution نہیں ہے کیا ہم نے کبھی ریاست کے غلاف تھیار اٹھانے کی کوشش کی ہے؟ بالکل نہیں۔ لیکن جیسا کہ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ نزلہ آکے یہیں گرتا ہے۔ پچھلے دنوں شاعری کے چند اوراق پیسوں میں سے نکلے اور اشکر کشی علمدار روڈ پر کی گئی جہنم دے اُتار کر جائے گئے جن پر قرآنی آیات درج تھیں کہیں بسوں پر جملے ہوتے ہیں۔ قرآنی نسخے جلائے جاتے ہیں اُس وقت اسلام پر کوئی حرف نہیں آتا اگر شاعری کے چند اوراق نکل آتے ہیں، کیا کسی نے ہوتا ہے اور بھرنا کسی اور کو پڑتا ہے یہ کہاں کا انصاف ہے۔ اُس وقت بھی ٹیلفون کرنے پر، میں مانتا ہوں، میرے بھائیوں نے میں نے ڈائریکٹ ڈاکٹر صاحب سے بھی بات کی ہے اور بگٹی صاحب وزیر دا غله سے بھی۔ ہمیشہ انہوں نے دیکلم کہا ہے اور بروقت کارروائی کی ہے۔ اور دو جملے میں کہوں گا یہ جو آخر میں وقہ ہوا تھا اختر آباد کے قریب بس دھماکہ، اُسی میں جن جوانوں نے اپنی جان پر کھیل کر جلتی ہوئی جگہوں اور شعلوں سے پچپن لوگوں میں سے صرف ایک شہید ہوا اور پُرانے لوگوں کی جانبیں انہوں نے بچائیں۔ (ڈیک بجائے گئے) میں وہاں خود گیا اُن سے ملا ہوں اور اُن سے میں نے یہ وعدہ کیا تھا کیونکہ میرا یقین تھا کہ ہماری حکومت ہمارے ساتھ دیگی۔ میں نے اُن سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میں آپ کی promotion کی بھی بات Floor پر کروں گا اور آپ کیلئے extra جو کچھ بھی بن سکے گا میں سفارش کروں گا۔ میں اسمبلی کے Floor سے یہ سفارش کروں گا اور مجھے امید ہے کہ positive response آئے گا۔

Thank you very much sir.

جناب چیئرمین: Thank you very much. اب ایک خاتون کو موقع ملنا چاہیئے۔ جی یا سیمین

لہڑی صاحبہ! آپ سے خصوصی طور پر request ہے کہ آپ منحصر کریں۔

محترمہ یاسیمین بی بی لہڑی: بسم اللہ الرحمٰن الرّحيم۔ میرے خیال میں یہ بہت ہی اہم موضوع ہے۔ اور اس میں آپ خواتین کی participation کے حوالے سے اگر دیکھ لیں تو بہت کم ہماری contribution رہی ہے۔ تو اسی میں تھوڑا سا حوصلے سے بھائیوں کو سُننا پڑیگا کیونکہ امن و امان کا مسئلہ ہے، اس پر میرے خیال میں

پہلے بھی بتیں ہوتی رہی ہیں۔ اور ہم نے بہت سے حوالوں سے سارے aspects کو cover کرنے کی کوشش کی ہے۔ again میری اس معزز ایلوان سے یہی درخواست ہے کہ اسکو superficially ہم نہ لیں۔ کیونکہ اگر ہم سرسری لیں گے تو جو حقائق ہیں ان میں بھی ہم confuse ہو گئیں۔ اور جو تعداد ہے number میں ہم پہنسے رہیں گے کہ بھی! ٹھیک ہے اتنی یہاں improvement ہم لے کر آئے ہیں۔ تو میرے خیال میں تھوڑا سا، خاص کر کے کہ بلوجستان کے context میں جو یہاں کا پس منظر ہے جو background ہے اُسمیں ہمیں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اور تھوڑا سا ہمیں یہ develop کرنے کی ضرورت ہے۔ اتنا آسان نہیں ہے کہ امن و امان کو خراب کرنے کی جو صورت حال ہے اُسمیں پوری ایک list ہے، پوری ایک history ہے، پوری ایک سوچ ہے اور mindset جو کارفرما ہے۔ اُسکو ہم اس طرح اگر زیر بحث نہیں لائیں گے تو شاید تعداد ہم کسی حد تک کم کر سکیں۔ لیکن وہ جو change کرنے میں ہم کامیاب نہیں ہوں گے۔ مولانا عبدالواسع صاحب نے بہت اچھی تقریر کی، بہت ہی اچھی انکی سوچ اور انکی پاتوں سے نیشنلزم کی خشبوں آرہی تھی۔ کاش یہ سوچ یہ نظریہ اُس وقت ہوتا جب وہ اقتدار میں تھے۔ اور انکے period میں امن و امان کو خراب کرنے کے حوالے سے جو تجھ بولے گئے ہیں آج وہ تناور درخت کی صورت میں ہماری نظروں کے سامنے ہیں۔ تو میرے خیال میں بہت حد تک بلوجستان کا issue امن و امان کے حوالے سے حل ہوتا۔ خیر دیر آیا درست آیا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ابھی بھی وہ ہمارے حصے ہیں ہمارے بازو ہیں ہم کے بلوجستان کو اس crisis سے نکال سکیں گے۔ دوسرا یہاں بات ہو رہی ہے مختلف واقعات کے حوالے سے کہ جی امن و امان خراب کرنے کی صورت میں۔ میں سمجھتی ہوں کہ کوئی بھی issue کوئی بھی مسئلہ وہ راتوں رات پیدا نہیں ہوتا کوئی بھی بندہ جو criminal ہے وہ راتوں رات پیدا نہیں ہوتا یا ان غوا برائے تاؤ ان کے چیچے ایک بندہ ہے وہ اچانک نمودار نہیں ہوتا اُسمیں ہماری برسوں کی کارستانیاں چھپی ہوئی ہوتی ہیں۔ جیسا کہ ایک شعر ہے:-

کہ وقت کرتا ہے پرویش برسوں حادثہ یکدم ہوا نہیں کرتا

تو اُسمیں ہمیں دیکھنے کی ضرورت ہے کہ اسکے background میں کونسے ہاتھ کارفرما رہے ہیں۔ ڈاکٹر حامد صاحب نے جوبات کی کہ ہماری جو law and order enforcement agencies یا جو ہمارے ادارے ہیں یا تو وہ incompetent ہیں یا پھر وہ کرنا نہیں چاہتے ہیں بلکہ میں کہتی ہوں کہ اُسمیں وہ یہ add کر دیں کہ ان میں competency بھی ہے۔ اور انکو required ہو لیں یہیں وہ

ساری موجود ہیں لیکن یہ ہے کہ وہ حصہ رہے ہیں۔ فرض کریں اگر کوئی Actor کا role play کریں تو وہ Acting کہاں کرنا چاہے گا، competency ہونے کے باوجود وہ نہیں کریگا۔ اس لئے کہ وہ ساری چیزوں میں حصہ دار رہا ہے۔ تو اسیمیں میرے خیال میں ہمیں ان چیزوں کو دیکھنے کی ضرورت ہے کہ جو ہمارے اداروں کی اشیائیں کی یہ ایک سوچ رہی ہے وہ حصہ داری والی سوچ رہی ہے۔ انہوں نے جو اپنا role play کیا ہوا ہے۔ ایسی بات نہیں ہے کہ ان میں competency نہیں ہے۔ دوسرا یہ کہ اس ایوان میں ماضی میں اس طرح کی مثال نہیں ملتی کہ انہوں نے honesty سے اپنا role play کیا ہے۔ حکومت میں ہوتے ہوئے بہت سارے ایسے issues ہے ہیں کہ ہم نے خود اپوزیشن کا کردار ادا کیا ہے تاکہ ہماری جو گورنمنٹ ہے اس کی جو policies ہیں اور یہاں عوام کو جو سہولتیں دینی چاہئیں وہ ہم گورنمنٹ کو خود track پر لاسکیں۔ اسیمیں میرے خیال میں بہت ہی دیانتداری سے اپنا role play کیا ہے۔ اب آتے ہیں امن و امان پر اس حوالے سے میں سمجھتی ہوں میری اپنی دانست کے مطابق بلوچستان یا all over پاکستان کو اگر ہم دیکھ لیں تو وہ reasons ہیں ایک سیاسی مسئلہ ہے پورے ملک کا دوسرا governance کا ہے۔ پھر اسیں الگ debates ہیں کہ bad اور good governance ہیں لیکن ان دو مسئلہوں کی روشنی میں ہمیں پورے ملک کے امن و امان کی صورتحال اور particularly بلوچستان کی صورتحال کو دیکھنے کی ضرورت ہیں۔ اب اگر ہم سیاست کی بات کرتے ہیں کہ سیاسی مسئلہ ہے تو سیاسی مسئلہ اس طرح سے کہ یہاں ہماری اشیائیں کی یا ہمارے اداروں کی جو سوچ رہی ہے اور ہر چیز کو بزور طاقت کنٹرول کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسیمیں یہ ہے کہ اس سے قطع نظر عوام کو empower کرنا، عوام کو ownership دینی تھی کہ وہ feel کریں وہ realizzare کریں کہ ہم سارے جتنے بھی چاروں صوبوں میں رہتے ہیں چاہیے وہ جس طبقے جس قبیلے سے بھی تعلق رکھتے ہیں ہم سارے ایک ملک کے ایک umbrella کے نیچے ایک قانون اور ایک آئین کے نیچے ہماری protection بھی اور ہماری سزا و جزا کا سلسلہ بھی ہے تب میرے خیال میں یہ issues ہیں ہوتے۔ لیکن یہ ہے کہ ایک سوچی سمجھی mindset کے حوالے سے ہمیشہ طاقت اور شمشیر کے زور پر لوگوں کو کنٹرول کیا گیا۔ ابھی ہم دیکھتے ہیں کہ اسکے results میں مذہبی فرقہ واریت، sectarian violence اور اسلامی تھبیت ہیں اس کے result میں insurgency اتنا زیادہ strengthen ہو رہی ہے۔ جو مسلح قوتوں ہیں وہ سمجھتی ہیں کہ مسلح جدوجہد میں ہی انکی کامیابی ہے۔ اور وہ اپنے right claim کر کے انکو لینے کے حوالے سے انکی جدوجہد جاری ہے تو ان سب کے پیچھے میرے خیال میں

وہی سوچ کا فرماء ہے۔ بلوچستان کے context میں دیکھتے ہیں تو میں صحیح ہوں again وہی policy یہاں وہی policy ہماری اٹیبلشمنٹ نے یہاں رواڑکھی ہے کہ یہاں جو جو انگریزوں کے دور سے چلی آئی ہے وہی policy ہماری اٹیبلشمنٹ نے یہاں رواڑکھی ہے کہ یہاں جو death squad کی individuals میں قتل کرنے کے لائسنس issue کیئے گئے ہیں اور یہاں مختلف حوالوں سے لوگوں کو قبائلی جھگڑوں میں پھنسانے کی کوشش کی گئی ہے تو یہ مختلف issues ہے ہیں اور اٹیبلشمنٹ نے اپنے مختلف pockets یہاں بنانے کی کوشش کی گئی کچھ کو ڈمڈا مارنا کے کچھ کو death squad کے لیڈر بنانا کے اور کچھ کو شرف بنانا کے جب کبھی ضرورت پڑے تو وہ neutral کے کردار کی صورت میں انکوسا منے لیکر کے آ جائیں۔ تو کچھ کو نام نہاد سیاستدان بنانے کے اس میلیوں تک پہنچانے کی جو حکمت عملی رہی ہے اُس نے ہمیں بہت زیادہ نقصان دیا ہے۔ اب ٹھیک ہے ہم کافی حد تک امن و امان کو قائم کرنے کے حوالے سے کامیاب ہوئے ہیں لیکن وہ تعداد کی صورت کتنی ہے۔ اب تک ہماری coalition government کو as change کو کرنے کے حوالے سے اپنا role play کرنا ہوگا ہم صحیح ہیں کہ وہ role play نہیں ہوا ہے۔ اور بالخصوص بلوچستان میں مسلح جدوجہد میں جوشہ دت آ رہی ہے اُسکے پیچے reason یہ ہے وہاں ایک سوچ پائی جاتی ہے کہ جو ہماری جدو جہد ہے جو ہمارے حقوق ہیں سائل وسائل پر ہماری خود اختاری ہے اُسکا ایک حل مسلح جدو جہد ہے دوسرا یہ کہ وہ یہاں بلوچستان کے context میں دیکھتے ہیں کہ ان کا کوئی والی وارث نہیں رہا کوئی انکو protect کرنے والا نہیں رہا یہاں تک کہ انکی خواتین اور بچوں کی عزت محفوظ نہیں رہی۔ ظاہر ہے وہ بدلہ کس سے لیں گے؟ پھر یہ ہوگا کہ ہر عمل کا ایک reaction ہوتا ہے وہ اس reaction کی صورت میں پہاڑوں کا رُخ کرتے ہیں ”کہ ہم نے اپنی عزت کا بدلہ اٹیبلشمنٹ کے پیدا کردہ جو بھی یہاں نمائندے ہیں، ان سے لینے کے حوالے سے یا as a whole State کے اسیں reaction آ جاتی ہے کہ وہ بدلہ لینے کیلئے اس طرف کا رُخ کرتے ہیں۔ ایک تو یہ ہے دوسرا میں صحیح ہوں کہ street crimes ہیں، اسیں بھی اگر ہم thoroughly یہ لیں میں خود ریلوے ہاؤ سنگ میں رہتی ہوں وہاں ہمارے بہت سارے منش اور ایم پی اے حضرات رہتے ہیں، اُدھرتین چار مہینے پہلے Car snatching کے واقعات ہوئے۔ لوگ FIR کٹوانے کیلئے تھانے جاتے نمبر وغیرہ پولیس والے نوٹ کرتے پانچ دس منٹ بعد انکو call آتی تھی ”کہ بھئی! آپ پچاس ہزار یا ایک لاکھ روپے دے دیں تو آپ کی گاڑی ہم برآمد کروالیں گے“، تو it means کہ ہماری جو پولیس یا enforcement agencies law ہیں وہ انکا حصہ رہی ہیں۔ تو اسیں ہمیں ان

چیزوں کو دیکھنے کی ضرورت ہے کہ street crime ہم اُس وقت کر سکتے ہیں جب ہماری پولیس میں آئیگی۔ جب ہمارے قانون نافذ کرنے والے ادارے transparent ہونگے۔ اگلا جو factor ہے وہ میں صحیتی ہوں قبائل یا traditions کے حوالے سے۔ جیسے کہ میں نے پہلے کہا کہ یہاں کچھ ایسے individuals بھی موجود ہیں جو کہ صحیتی ہیں کہ انکے جو کنٹرول کرنے کے حوالے سے یادہ جو پلک کو بزور بندوق رینگال کیا ہوا ہے۔ تو وہ جو ایک factor ہے امن و امان کو خراب کرنے کے حوالے سے ایک last point یہ ہے کہ ڈولپیمنٹ۔ کیونکہ امن و امان تو ہم قائم کر سکتے ہیں لیکن امن اُس وقت آسکتا ہے جب ہمارے لوگ ایک پُر فضاؤ امن اور سہولیات مہیا ہونے والی سرزی میں پر رہتے ہوں۔ اب ہمارے لوگوں کے پاس نوجوانوں کے پاس روزگار نہیں ہے ہمارے لوگوں کے پاس ایجوکیشن کی facilities ہیں۔ بیماری کی صورت میں لوگوں کو hospitals تک لیجانے کی سہولت نہیں ہے۔ یا hospitals موجود ہی نہیں infrastructure موجود نہیں ہے۔ تو ایسی صورت میں میرے خیال میں امن و امان یا پُر امن طریقے سے رہنا یہ ایک خواب تو ہو سکتا ہے لیکن اسکو برقرار رکھنا بہت مشکل ہے۔ اگلا یہ ہے کہ اسیں تھوڑی سی جو explanation ہے اُس میں تین چار points میں conclude کر رہی ہوں کہ اسکا حل یہ ہے جو میں صحیتی ہوں کہ ہمارے جو 64 یا 65 ممبران پر مشتمل اسمبلی ہے میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں اور میں قسم کا کہہ سکتی ہوں کہ اگر ہم یہ فیصلہ کر لیں کہ ہم ارکین اسمبلی امن و امان کو قائم کرنے کے حوالے سے اپنا مخلصانہ role play کریں گے تو میرے خیال میں کوئی اس طرح کی وجہ نہیں رہیگی کہ ہم امن و امان قائم نہ کریں۔ میں کہتی ہوں کہ یہاں پورے بلوجستان کی نمائندگی ہے کوئی خاران سے کوئی واشک سے کوئی بارکھان سے تو کوئی گوارد سے، سارے ہمارے areas cover ہیں۔ کیا ہم نہیں صحیتی ہیں کہ ہمارے areas میں کون کون سے نمائندے ہیں جو کہ ڈیچھ اسکواڈ۔۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: محترمہ! اگر مختصر کریں تو بہتر ہو گا۔

محترمہ یا سمین بن بی لمبڑی: کیا انکو نہیں پتا کہ وہاں لوگوں کے ساتھ، انکو انصاف دینے کے نام پر کس طرح سے اُنکے ساتھ نا انصافی ہوتی ہے؟ مجھے اپنے ایسے کاپتا ہے آپکو اپنے ایسے کاپتا ہے۔ کیا جماںی صاحب کو پتا نہیں کہ جعفر آباد میں کونے factors ہیں یا کونے elements ہیں جو امن و امان کو خراب کر رہے ہیں؟ یا تو پھر یہ ہے کہ ہم خود اس میں حصہ دار ہیں یا ہم expose نہیں کرنا چاہتے ہیں دونوں صورتوں میں ارکان اسمبلی گنہگار ہیں۔ یا پھر جب حلف لیں تو اُس میں میرے خیال میں اسکو، جناب اسپیکر! point بہت ہی اہم ہے کہ

جب ہم حلف لیتے ہیں، ہم قسم لے رہے ہوتے ہیں۔ اور دوسرا یہ ہے کہ جس آئین اور قانون کی پاسداری کے علمبردار ہم نے یہاں آ کر سیٹوں کو occupy کیا ہوا ہے، ہم اگر expose نہیں کریں گے اپنے علاقوں کے امن و امان کے issues کو نہیں لیکر آئیں گے تو کون ہے الہ دین کا چراغ بن کر آپکے مسئللوں کو identify کریں گے؟

جناب چیریمن: thank you

محترمہ یائسمن بی بی لہڑی: یا تو پھر ہم آئیں حصہ دار ہیں یا پھر ہم expose نہیں کرنا چاہتے ہیں دنوں صورتوں میں پھر ہمیں یہاں بیٹھنے کا حق نہیں ہے یا پھر ہمیں اپنا ایماندارانہ role play کرنا چاہیئے۔

جناب چیریمن: شکریہ thank you سردار عبدالرحمن کھیڑان صاحب۔

سردار عبدالرحمن کھیڑان: شکریہ جناب اسپیکر صاحب۔ میں مختصر بولوں گا، آج کا جو موضوع ہے امن و امان خاص کر بلوچستان کے حوالے سے۔ ہم یہ کہیں کہ جی! آج امن ہے کل امن نہیں تھا اکل امن تھا آج نہیں ہے اس بحث میں ہمیں نہیں پڑنا چاہیئے یہ صوبہ ہمارا ہے، ہم اس سر زمین کے باسی ہیں۔ اگر اسیبلی کے Floor پر کچھ ہمارے دوست بھائی اس طرف بیٹھے ہیں یا ہم اس طرف بیٹھے ہیں ہمارا ایک ہی مسئلہ ہے کہ بلوچستان میں امن ہوان کس طریقے سے قائم ہو؟ ہم ایک دوسرے کے ساتھ بحث کر کے، ایک دوسرے کے ساتھ سر جوڑ کے اسکا حل نکالیں۔ انگریز نے سو سال تک اس خطے میں حکومت کی انہوں نے ایک طریقہ کار طے کیا ہوا تھا کہ جی! امن قائم ہو اس کیلئے انہوں نے علاقے کے level پر اس زمانے میں زیادہ واردات ہوتی تھی تو ٹیلیفون کے تارکات دیے جاتے تھے۔ وہ تار جس ٹکری، جس معتبر کے علاقے میں کٹتے تھے وہ ذمہ دار ہوتا تھا۔ آج ہم لوگوں میں ذمہ داری کا فتدان ہے۔ ہم یہ blame کریں کہ جی ڈاکٹر مالک صاحب کی حکومت آٹھ نو میہنے میں، امن و امان قائم کرنے میں ناکام ہو گئی تو ہم غلط ہو گے۔ ایک بچہ پیدا ہوتا ہے پھر crawling کرتا ہے پھر آہستہ آہستہ grow ہوتا ہے اسکا ایک طریقہ کار ہوتا ہے ایک nature ہے ایک سسٹم ہے۔ یا ٹریشی بچروں والے کہیں کہ جی پچھلے پانچ سال میں امن و امان جتنا خراب ہوا، ہم ابھی بھی وہی سمیٹ رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی حکومت ہو وہ کبھی نہیں چاہیگی کہ اسکے خطے میں امن نہ ہو۔ بنیاد امن ہے اسکے بعد ترقی کے دروازے کھلتے ہیں investors آتے ہیں۔ آج آپ پورے پاکستان میں دیکھیں کہ لوگ یہاں سے جا رہے ہیں آنے پر کوئی تیار نہیں ہے اُنکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ امن نہیں ہے اگر throughout پاکستان میں امن ہوتا تو لوگ کیوں دوہی میں جہاں ٹوٹل ریگستان تھا وہاں جا کر Investment کرتے ہیں۔ یہاں

بلوچستان کی یہ سرزی میں اس کے جس کو نے میں آپ چلے جائیں چاہے وہ بارکھان ہو چاہے وہ خاران ہو چاہے وہ مکران ہو، وہ سونا اگل رہی ہے لیکن آج تک کوئی Investor ادھر آنے کو تیار نہیں ہے وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ یہاں امن و امان کا نقدان ہے۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے)

(اس مرحلے پر دوبارہ جناب ڈپٹی اسپیکر صاحب صدارت کی گرسی پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی اسپیکر: السلام علیکم۔

سردار عبدالرحمٰن کھیتران: آج یہاں ہم مل بیٹھ کے سر جوڑ کر امن قائم کر لیں میں کہتا ہوں کہ اسی ڈاکٹر صاحب کی حکومت کے پانچ سالوں میں بلوچستان دئی سے زیادہ آگے چلا جائیگا۔ کمپنیاں یہاں آ کرسوے کر رہی ہوتی ہیں تو ان پر راکٹ برستے ہیں تیل کے لئے کھدائی ہو رہی ہے اُن پر راکٹ باری ہوتی ہے۔ ساری ذمہ داری ایف سی کو دے دی گئی ہے کہ جی! ایف سی سننجالے نہیں جناب! ایف سی ہر پتھر ہر کونے میں تو نہیں بیٹھ سکتی جب تک کہ ہم میں احساس ذمہ داری نہیں ہو گایا ہم blame کریں کہ آئی جی ایف سی، آئی جی پولیس کمانڈنٹ یا ساوتھرن کمانڈنٹ بلوچستان میں امن لائیں گے، نہیں ناممکن ہے۔ امن لوگوں کے تعاون سے ہوتا ہے بھلے یہاں ہم ایک دوسرا کو oppose کرتے رہیں کہ جی! ڈاکٹر عبدالمالک کی حکومت ناکام ہے وہ کہیں کہ پچھلی حکومت ایسی تھی۔ لیکن بنیادی مسئلہ ہمارا امن و امان ہے اس کے لئے ہمیں سر جوڑ کر بیٹھنا ہے اس میں کوئی تیسری رائے ہے نہیں۔ کیا میں نہیں چاہوں گا کہ ہمارے علاقے میں امن قائم ہو۔ میں علاقے میں بیٹھتا ہوں، امن ہے، میرا ایک علاقہ ہے میں نے پہلے بھی کہا کہ رکھنی وزیر داخلہ صاحب کا second home ہے ایک disturb علاقہ ہے وہاں اغوا برائے تاوان، منشیات فروشی، ڈاکہ زنی، روڈ ڈیکٹی اور Car snatching سر عام ہو رہی ہے اور یہ چیزیں بارکھان میں کیوں نہیں ہوتیں؟ پولیس تو ٹوٹل ڈیڑھ کلو میٹر پر بیٹھی ہوئی ہے لیویز ہماری اللہ اللہ خیر سلسلہ، وہ سب جانتے ہیں۔ علاقی طور پر علاقے کے معتبرین جب تک تعاون نہیں کریں گے جب تک وہ on-board نہیں ہو نگے امن کبھی قائم نہیں ہو سکتا چاہے وہ ڈاکٹر مالک کی حکومت ہو، نواب رئیسانی کی حکومت ہو، جان جمالی کی حکومت ہو یا نواب مکسی کی حکومت ہو۔ میری رائے میں لوکل لوگوں کو on-board لیں اُنکے ساتھ ہاتھ ملا کے بلوچستان امن کا گھوارہ بن سکتا ہے۔ میں دو مہینے بارکھان میں بیٹھا رہا ایک FIR نہیں کٹی single case نہیں ہوا۔ شاید میری اس میں efforts ہوں میں نے لوگوں کی خدمت کی ہو میں نے لوگوں کو crime سے روکا ہو۔ تو اسی طریقے سے جو بھی یہاں منتخب ہو کر آیا ہے وہ منتخب نمائندہ ہے ہم اُنکو MPA کا نام بھی دے سکتے ہیں اُنکو سردار، خان اور

نواب کا نام بھی دے سکتے ہیں کیونکہ لوگوں نے اُس پر اعتماد کیا ہے اگر گلستان میں امن قائم ہوگا تو محمود خان on-board ہوگا تو امن قائم ہوگا۔ اگر ڈیرہ بکٹی میں امن قائم ہوگا تو ڈیرہ بکٹی کے عوام نے میر سرفراز بکٹی پر اعتماد کیا ہے یہ on-board ہوگا تو امن ہوگا۔ ڈاکٹر عبدالمالک صاحب اگر on-board ہونے کے بھیثیت علاقے کے نمائندے کے تو امن قائم ہوگا۔ ہم امن کی بات کرتے ہیں سرچاراپنی جگہ پرانکا اپنا نظریہ ہے اُس میں ہم نہیں پڑتے انکا کام ہے مارو۔ بارکھان کی بجلی، میں تین چار دن arrest رہا۔ انہوں نے وہ کھبے اڑا دیئے اب وہ اپنے کوسرچار کہتے ہیں یا آزاد بلوچستان کی باتیں کرتے ہیں وہ کس کو عذاب میں ڈال رہے ہیں؟ ایک غریب کسان جس کی ڈیڑھ ایکٹرز میں ہے وہ بجلی کی چھوٹی موڑ لگا کے کاشت نہ کر سکے یا ایک نماز پڑھنے والا تلاوت کرنے والا کو تکلیف دے رہے ہیں۔ اسلام آباد کو کیا تکلیف ہوگی اور پریزینٹ ہاؤس اور پرائم منستر ہاؤس کی یادوں message کس کو دے رہے ہیں؟ زرغون روڈ پر اتنا ساٹکڑا ہے اُسکی بجلی تو نہیں جاتی وہاں کوئی کاشتکاری بھی نہیں ہو رہی ہے۔ چیف منسٹر، گورنر، آئی جی اور چیف سیکرٹری کی صحبت پر کیا اثر پڑیگا۔ عذاب میں تو غریب مبتلا ہیں اسکا مطلب ہے کہ تم غریبوں کو تکلیف دے کر خوشی محسوس کرتے ہو اور اس بلوچستان کو پچھے رکھنا چاہتے ہو۔ زرغون روڈ کی بجلی اڑا میں اسلام آباد کی بجلی اڑا میں پنڈی میں جزلز کی کالوںیاں ہیں اُنکی بجلی اڑا میں اُنکی گیس اڑا میں۔ پچھلے دنوں کوئیہ میں سخت سردی پڑی بجلی کا بحران تھا گیس کی پائپ لائنیں اڑائی گئی تھیں چھتر میں بجلی کے ٹاورز اڑے گئے تھے۔ کون تکلیف میں ہے؟ پورے کوئیہ کے غریب عوام۔ اُنکی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے کہ کیا کریں پانی ہے نہ بجلی ہے نہ گیس ہے لوگ کہاں سے لکڑیاں لا کر اپنے گھر کے چوہے جلا کیں۔ تو یہ میری گزارش ہے کہ یہ ہم لوگوں کا ساجھا مسئلہ ہے امن و امان کا جب تک ہم مل بیٹھ کر بھائیوں کی طرح، ایک گھر کے بارے میں یہ ہمارا گھر ہے اسیں کوئی دوسری رائے نہیں ہے کہ جی کوئی کہے کہ جی میرا گھر ہے تمہارا نہیں ہے یہ سب کا ساجھا گھر ہے۔ یہاں ہمارے بڑوں کی قبریں ہیں ہماری قبریں بھی یہاں نہیں گی ہماری اولاد یہ ہمارا خون ہے۔ تو میری ٹریپری پنچ سے یہ گزارش ہے امن و امان کا مسئلہ تو ہے جب ہم کہہ رہے ہیں اگر نہ ہوتا تو اس پر بحث ہی نہیں ہوتی کیوں ہم اس اسمبلی کا اتنا نام ضائع کرتے۔ اُس پر بیٹھ کر طریقہ کار کہ اہل تشیع کی گاڑی آ رہی ہے اُسکو اڑایا جا رہا ہے وہ بندے زمین سے نہیں اگے ہیں وہ وہاں کیسے پہنچے ہیں؟ کس کلی کے ہیں کس گاؤں کے ہیں انکا احتساب ہونا چاہیے۔ آخر میں میں، چونکہ بارکھان سے مجھے ATF لکیر آئی تو رضا صاحب کی بات کو میں سینٹ کروں گا کہ جو latest واقعہ ہوا ہے اختر آباد والا اس بس میں 55 مسافر تھے ATF کے بندوں نے اپنی جان پر کھلیل کربس میں پھنسنے ہوئے مسافروں کو نکالا۔

میرے خیال میں ایک شہید ہوا ہے میں انکو خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور میں اپنے وزیر داخلہ کو سلام پیش کرتا ہوں کہ وہ on-board back-up کرتا رہا ایک سینڈ کلیئے بھی اُن سے اُنکا رابطہ نہیں ٹوٹا۔ میں وزیر داخلہ کو سلام پیش کرتا ہوں اور ATF کے ان جوانوں کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور میں گزارش کروں گا چیف منسٹر صاحب سے کہ انہوں نے قربانیاں دے کر اپنی جان پر کھیل کر قرآن شریف کے وہ نسخے بچائے لوگوں کو بچایا، انکی حوصلہ افزائی کیلئے یا ترقی یا financially اُنکے لئے اس floor پر اعلان کریں۔

Thank you very much.

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی راحیلہ درانی صاحب۔

محترمہ راحیلہ حمید خان درانی: ہَسْمُ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ thank you اسپیکر صاحب۔ مجھے ابھی سے بتایا جا رہا ہے کہ آپ مختصر تقریر کریں۔ لیکن بڑے افسوس کی بات یہ ہے ویسے ہم کہتے ہیں کہ ہم gender balance پر یقین رکھتے ہیں لیکن خواتین کو ہمیشہ آخری موقع دیتے ہیں اور اسکے بعد انہیں یہ بھی کہتے ہیں کہ جی! اپنی بات پورے طریقے سے نہیں پہنچائے۔ میں مختصر، کیونکہ میرے تمام ساتھیوں نے اس پر سیر查صل بحث کی میں ان باتوں کو دہرانہ نہیں چاہتی۔ اسپیکر صاحب! مجھے صرف اتنا پتا ہے کہ میں یہاں ایک ممبر تیسری دفعہ آئی ہوں میں نے دو دور حکومت دیکھے ہیں۔ اور اس میں عام آدمی تک جو امن پہنچانے کی بات ہے، وہ یہاں ہم آپس میں تو بڑی بڑی باتیں کر رہے ہیں۔ سب چیزیں کر رہے ہیں لیکن ہمارا main مقصود مجھے تو یہی نظر آتا ہے کہ تمام parties اس بات پر متفق ہیں، انکی نتیجی صاف ہیں چاہے وہ پہلے کی تھیں یا بھی کی ہیں کہ وہ عوام تک امن پہنچانا چاہتے ہیں۔ ایک عام آدمی کو اسکا درد، درد یہ ہے کہ اُسے پتا ہی نہیں ہے کہ وہ کیوں مارا جاتا ہے؟ ابھی تک مارا جا رہا ہے فرقہ واریت پر مارا جا رہا ہے، قومیت پر مارا جا رہا ہے یا کس بات پر مارا جا رہا ہے؟ اسے یہ تک پتا نہیں اُس تک یہ message پہنچا جائیے ”کہ آج بلوچستان میں امن ہے آج میں نہیں مارا جاؤ نگا آج کسی گھر سے لاش نہیں اٹھے گی کسی بیگناہ کی لاش نہیں اٹھے گی“۔ تو یہ میرے خیال میں ہمارا main مقصد ہونا چاہیے۔ اور جس دن ہماری گورنمنٹ نے، یا ہمارے دور حکومت میں یہ achieve ہو گیا تو میں سمجھتی ہوں کہ اُس وقت میں فخر سے کہہ سکوں گی کہ جی! ہم نے اپنا goal achieve کر لیا ہے۔ محترم اسپیکر صاحب! کوئی گورنمنٹ نہیں چاہتی، کوئی حکمران نہیں چاہتا کہ اسکے دور میں خون بہے۔ میں نہیں سمجھتی کہ یہ کوئی game ہے کہ ابھی کم خون بہا ابھی کم ہو گیا پچھلی دفعہ زیادہ تھا۔ جیسا کہ سردار صاحب نے کہا اور میری بہن، رکن ہیں جو میرے colleague بھی رہی ہیں انہوں نے بھی یہ کہا کہ جی!، انہوں نے

دیرے سے یہ بات کی۔ ایسی بات نہیں ہے اُنکی غیر موجودگی میں حق بات بنتی ہے کہ کہی جائے کہ انہوں نے ہر دور میں یہ بات کہی ہے کسی نے کبھی نہیں چاہا کہ اُنکے دور حکومت میں خون بہتار ہے اور ابھی آکے انہیں یاد آیا کہ خون نہیں بہنا چاہیے۔ میں یہ صحیتی ہوں کہ وزیر اعظم نواز شریف صاحب کی جب سے نئی گورنمنٹ آئی ہے۔ اسیں ہماری پارٹی کے سربراہ آئے ہیں اُنکی پالیسیوں سے یقیناً، نہیں کہ میں اس پارٹی سے ہوں تو میں یہ کہوں گی اُنکی پالیسیوں سے یقیناً، مجموعی طور پر پاکستان کے امن و امان کی صورتحال میں بہتری آئی ہے۔ اور خاص طور پر بلوجستان کے مسئلے کو انہوں نے دل سے محسوس کیا اور بلوجستان کی گورنمنٹ کو پورا اعتماد دیا اور free-hand دیا کہ آپ اپنے مسئلے کو اپنے طور پر صحیتی ہیں اُسکو حل کریں۔ محترم اسپیکر صاحب! میں صحیتی ہوں کہ اس وقت بلوجستان کو جو بات ہو رہی ہے اسیں ہم نے ایک صحیح سمت پر اپنے قدم ڈال دیے ہیں یقیناً جو صحیح بات ہے اسے ضرور appreciate کرنا چاہیے۔ اور ہمیں سی ایم صاحب اور وزیر داخلہ بکھری صاحب کی کوششوں کو خاص طور پر بلوجستان کے حوالے سے بات کرو گئی، اُسے یقیناً سراہنا چاہیے۔ اور خاص طور پر میں پولیس کے مکمل کی اُن فورسز کی اور میں خاص طور پر پولیس کے اُن شہدا کی بات کرو گئی جنہوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے اور اُن لوگوں کی بھی بات کرو گئی جو بیگناہ مارے گئے اور اس وقت میں خاص طور پر ضرور ان بچیوں کی بات کرو گئی جنہوں نے یونیورسٹی میں اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے۔ وہ کسی ملالہ یوسفی سے کم نہیں ہیں لیکن ہم نے اُنکی بات بہت کم کی ایک کی بات زیادہ کی۔ اُن بچیوں نے تو اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر دیے ملالہ کو تو یقیناً، اسکی efforts اپنی جگہ۔ اور اُسے کوئی نہ کوئی زندگی اور دنیا میں اسکو reward بھی مل گیا لیکن ہماری ان چودہ بچیوں کیلئے ہمیں اس سوال کا بھی جواب دیئے کی ضرورت ہے کہ اُنکے والدین کو، اُنکے گھرانے کو، اُنکی یونیورسٹی آج بھی جواب مانگتی ہے۔ اس پر میں وزیر اعلیٰ صاحب کی توجہ مرکوز کرنا چاہتی تھی لیکن ظاہر بات ہے آپ محترم اسپیکر صاحب! میں اپنی کچھ suggestions دو گئی با تین بہت کرنا چاہتی تھی لیکن ظاہر بات ہے آپ لوگوں نے wind-up کرنا ہے۔ میری سب سے پہلی suggestion یہ ہے کہ ہمیں پولیس کے نظام کو restructure کرنی چاہیئے ہمیں انہیں وہی پولیس بنانی چاہیے جو کہ ہم اُن سے اُس کام کو لینے کی ایک expectation رکھتے ہیں کہ وہ یہ performance دیگی اور وہ ہمارے بہترین امریکن کمائندوز کی طرح ایکشن کرے میں صحیتی ہوں کہ اُنکے اعتماد کو بحال کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کیلئے اس انداز میں ہونی چاہیے کل میں ٹوپی پر پروگرام دیکھ رہی تھی کہ جو شہید ہوتے ہیں restructuring خاص طور پر بلوجستان میں جن کی bodies جب اُنکے علاقوں میں جاتی ہیں اُس situation کو دیکھ کے

میں حیران ہو گئی کہ وہ کس غریب ترین طبقے سے تعلق رکھتے تھے اور اب انکے گھروں کی کیا صورتحال ہے۔ بہت سے لوگوں نے پروگرام دیکھا ہوگا اور آنسو بھائے ہوئے۔ تو میں سمجھتی ہوں کہ اس قسم کے شہدا کیلئے اقدامات کرنے چاہئیں۔ خاص طور پر میں سی ایم صاحب اور وزیر داخلہ کے نوٹس میں یہ لانا چاہتی ہوں تاکہ اسکی وجہ سے ان میں courage آئے۔ وہ اپنی جان کی قربانی دے دیتے ہیں یہ کوئی چھوٹی بات نہیں ہے وہ کسی کے بیٹھے ہوتے ہیں کسی کے شوہر ہوتے ہیں انکو ہم پانچ پانچ لاکھ دے کے فارغ ہو جاتے ہیں اُسکے بعد ان کے اوپر کیا گزرتی ہے ہمارا اس سے کوئی سر و کار نہیں ہوتا۔ تو میں سمجھتی ہوں کہ اس کے لئے ہمیں ایک اچھی پالیسی لانی چاہیے جس کے بعد یقیناً پولیس کا moral بھی بلند ہو گا نوجوان بھی اس طرف آئیں گے آج تو لوگ کہتے ہیں ہم نے پولیس میں جا کر مرننا نہیں ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ ہمیں anti-ransom force بانی چاہیے۔ ہر جرم کے حساب سے اسکی ایک الگ ڈی آئی جی ہونا چاہیے۔ anti-ransom force وقت سب سے زیادہ امن و امان کا مسئلہ بلوچستان کا ہے پھر ہمیں اسے categorize کرنا چاہیے کہ اسکی میں ہمیں سب سے پہلا مسئلہ کیا ہے؟ اس وقت سب سے پہلا مسئلہ ransom کا ہی چل رہا ہے۔ میرے خیال میں اس کیلئے ایک الگ فورس ہونی چاہیے اور ایک الگ ڈی آئی جی ہونا چاہیے جو کہ اس قسم کے مسئللوں کو حل کرے۔ فورس کے ساتھ ایک مینگ ہواں میں تمام فورسز کو سی ایم صاحب کے under ہونا چاہیے اور وہ on-board ہونا چاہیے اور ہر میںے انکی ایک مینگ ہونی چاہیے جس میں وہ اپنی تمام انفارمیشن share کریں۔ اور اس سے میرے خیال میں ایک دوسرے پرانی امداد لگانے اور یہ عام، بار بار اس بات کو دھرانا کہ فورسز ہمارے under نہیں ہیں یا الیف سی کارو یہ ہر ایک table پر ہمارے ساتھ بیٹھیں گی تو اس سے ان تمام چیزوں کی اور غلط فہمیاں اور اگر کوئی غلط بھی کر رہا ہے تو اسکو بھی صحیح کرنے کیلئے ہم بہتری کی طرف جائیں گے۔ میری ایک suggestion یہ ہے جس طرح قومی اسمبلی میں in camera briefing دی گئی ہے ہمیں بلوچستان اسمبلی کے ممبران کو بھی in camera briefing کو، آگے ہم نمائندے ہیں ہم سے لوگ پوچھتے ہیں ہمیں کچھ پتا نہیں ہوتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے ہم بھی ان کی طرح کہتے ہیں کہ ہمیں کچھ پتا نہیں کہ آگے کیا ہونے والا ہے۔ تو میرے خیال میں in camera briefing سے ایک تو ممکنہ داخلہ کی جو clear ہوگی اور گورنمنٹ کی situation کا بھی صحیح طریقے سے معلوم ہو گا۔ پچھلے دور حکومت میں Safety Commissions ہوتے تھے انکو

بحال کرنا چاہیے۔ They were very effective اور میں سمجھتی ہوں کہ اس طرح کے صلیعی سطح اور ڈویژنل سطح پر کام کر رہے تھے انکو بحال ہونا چاہیے اُس سے ہماری معلومات اور اُس کے لئے ہم جو بھی اقدامات کر رہے ہیں اُسمیں بہت بہتری آئیں گی۔ اور جو ہمارے لوکل گورنمنٹ کے کونسلر صاحبان ہیں انکی اُسمیں بہت زیادہ involvement کی ضرورت ہے۔ جس سے میرے خیال میں ہمیں law and order situation کو سنjalانے میں مدد ملے گی۔ میرا last point یہ ہے کہ محکمہ داغلہ کی طرف سے یا پولیس کی طرف سے help-line ہنائی جائے کہ کوئی بھی بندہ، کوئی ڈاکہ یا کوئی اپنے علاقے کی طرف سے وہاں فون کر کے اپنی complaint کر سکتا ہے کہ میرا یہ مسئلہ ہے۔ اور وہاں ایک ایماندار بندے کو بٹھانے کی ضرورت ہے تاکہ صورتحال، انکو data لینے میں آسانی ہو۔ عام لوگوں کی پہنچ بکھڑی صاحب تک نہیں ہوگی۔ تو وہ اُس وقت بتا سکیں گے جب اسکے تحت انہیں پتا چلے گا کہ اس وقت بلوچستان میں کس جرم کی شرح کس حد تک ہے اور corruption جو ہم کہتے ہیں کا اسکی وجہ سے ہم تک صحیح بات نہیں پہنچ سکتی تو عوام کی رسائی اس تک ہو جائیں گی۔ اور آخر میں، ہمیں ایک صاحب اس وقت تشریف نہیں رکھتے ان کی جو policies ہیں میں نے پہلے بھی کہا کہ وہ بہتری کی طرف ہیں۔ اور ہمارے خاص طور پر， sorry، محمود خان اچکزئی صاحب کا نام لینا بھول گئی اکثر وہ کہتے تھے، جب اُس سے ملاقات ہوئی کہ جی! ہم چاہتے ہیں کہ بلوچستان میں امن ہو۔ نواب ثناء اللہ ذہری صاحب کہ امن ہے۔ تو یقیناً انکی کوششیں ہیں اپنے حلقوں کے حوالے سے یقابل تعریف ہیں۔ اس کے لئے مربوط strategy بنانے کی ضرورت ہے۔ ایک وہ ہے کہ آپ لوگ ڈیشنل C.P.A. بلاتے ہیں میں کہتی ہوں آپ please صوبائی C.P.A. بھی بلائیں۔ اور پھر تمام parties کی اُسمیں آپ ہم ممبر ان اسمبلی کو ضرور ساتھ لے کے چلیں۔ اکثر دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ تمام جماعتوں کے پالیمانی لیڈرز بیٹھ جاتے ہیں اور باقی اراکین بُری طرح ignore ہوتے ہیں۔ اسی طرح اسمبلی کے اجلاس میں بھی تمام منسٹر حضرات یا پارلیمانی لیڈرز بات کر جاتے ہیں اور باقی ایم پی ایز کی بات اس تک نہیں پہنچتی ہے۔ ہو سکتا ہے میں بہت معمولی چھوٹا ایم پی اے ہوں، پارٹی ورکر ہوں۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ میرے ساتھ میری اور بہنیں بھی بہت اچھی بات کہہ جائیں جس سے آپ کے knowledge میں اضافہ ہو اور فائدہ ہو۔

Thank you very much.

جناب ڈپٹی اسپیکر: مہربانی محترمہ ڈاکٹر شمع اسحاق صاحب۔

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: شکریہ جناب اسپیکر! کہ آپ نے مجھے موقع دیا کیونکہ میں تو امن و امان پر بول چکی

ہوں۔ صرف میں نے لکھا تھا کہ دو منٹ اگر میں نے دو منٹ لکھا ہے تو دو منٹ ہی بات کرو گئی، صحافیوں کے
حوالے سے خاص طور پر صحافیوں کیلئے۔ فیض احمد فیض کا یہ شعر ہے کہ:

متعارِ لوح و قلم پھجن گئے تو کیا غم ہے
کہ خونِ دل میں ڈبو لی ہیں انگلیاں میں نے

زبان پر قفل لگا ہے تو کیا
ہر ہر کہیں زنجیر میں زبان میں نے

جناب اپیکر صاحب! کل کا جو واقعہ تھا صحافیوں کا میں یہ صححتی ہوں کہ یہ ہمارے لئے بہت بڑا دھچکا تھا کیونکہ
صحافی برادری وہ ہے جو ہمیں کالے اور گورے کا بتادیتی ہے۔ گھر بیٹھے، جب ہم شام کو تمحکے ہارے گھر پہنچتے ہیں تو
ہمیں پتا چل جاتا ہے کہ آج کس نے کیا کیا ہے اور کہاں کیا ہوا ہے ہماری آنکھیں بھی کھل جاتی ہیں اور ہمارے
کان بھی سن لیتے ہیں۔ میں صححتی ہوں کہ یہ واقعہ صرف کل کا نہیں یہ ہمیشہ سے صحافیوں پر ہوتا رہا ہے، خواتین
صحافیوں پر حملہ ہوتے رہے ہیں اور اسکا سدہ باب میں صححتی ہوں کہ اسی دور میں ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ واحد
جہہوری دور ہے جس میں coalition parties کی حکومت بنی ہوئی ہے۔ اور ایک ڈل کلاس اور پڑھا لکھا
طبقہ ہے جو یہ صححتا ہے کہ انکا دردار اور ہمارا دردار ایک جیسا ہے۔ جناب اپیکر! میں صححتی ہوں کہ لکھنا اور سچ بولنا اگر
جرم ہے تو صحافی اپنا قلم نہیں چھوڑیں گے اور سچ لکھنا اور بولنا کبھی نہیں چھوڑیں گے۔ کیونکہ صحافی اور سیاستدان،
اگر یہ سب سچ بولنا اور لکھنا چھوڑ دیں تو دنیا میں صرف ہر ایسا جنم لیں گی اور ہر ایسے کا جنم لینا ایک بہت بڑا
parasite سے کم نہیں ہے جس پر جتنا بھی اسپرے کیا جائے وہ ختم نہیں ہو گا۔ شکریہ جناب اپیکر صاحب۔

جناب ڈپٹی اپیکر: بڑی مہربانی۔ میرے خیال میں ہوم فنڈر صاحب۔

میر سرفراز احمد گلگٹی (وزیر داخلہ): بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ شکریہ جناب اپیکر! میں سب سے پہلے آپ کا اور
جان جمالی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے سارا وقت اس اہم مسئلے پر بحث و مباحثہ کیلئے مختص کیا اور
تمام اراکین نے اس پر سیر حاصل گئن گئے۔ اور ہم نے کوشش کی کہ ہم اُنکے points بھی لکھیں اور اُنکے
جوابات بھی ہم دینے گے۔ لیکن پہلے ذرا میں آپکو بتا دوں کہ جب موجودہ صوبائی حکومت وجود میں آئی،
coalition partners خان محمود خان اچنزری، ہمارے اکابرین نواب ثناء اللہ زہری اور ڈاکٹر عبد المالک
صاحب، ہم سب دو باقاعدہ متفق تھے ایک کرپشن اور good governance اُنکو ہم نے ہر صورت میں
بلوچستان میں بحال کرنا ہے جو کہ ہماری بلوج، پشتون روایت میں ہے۔ اور دوسرا یہ جو امن و امان کی مندوش

صورتحال ہے پورے بلوچستان میں اُسکو ہم نے ٹھیک کرنا ہے اُسکو stream line کرنا ہے۔ اور اُسکو کم از کم ہم اس حد تک لے آئیں کہ یہ چیزیں جو administrative problems ختم ہو جائیں۔ ہمیں لا اے اینڈ آرڈر کے حوالے سے تین قسم کے چیزیں کاماندا تھا۔ ایک seperatists movements چل رہی ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ انکی اب بڑی still insurgency ہے لیکن بلوچستان کے خاص طور پر جو بی ایریا ز میں ہیں اور خصدار یا کوئی اور وہاں جو بڑے شہر ہیں۔ دوسرا جو ہمارا مسئلہ تھا وہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ sectarian violence میں ایک خاص طبقے کو نشانہ بنا یا جارہا تھا اور تیسرا ایک organized crime تھا جو کہ خاص طور پر بلوچستان کی cities میں وہ بڑی حد تک سراہیت کر چکا تھا جس سے عام لوگ بے حد متاثر تھے۔ تو پہلے میں insurgency پر آتا ہوں کیونکہ یہ فیڈرل گورنمنٹ کا مسئلہ تھا یہ پورے ملک کا مسئلہ تھا اسی میں ایک decision لیا گیا کہ جی We will go for dialogues اسکے پھر dialogues میں جب ایک اے پی سی فیڈرل گورنمنٹ میں ہوئی پھر اس پر ایک decision لیا گیا کہ ہم یہاں ایک اے پی سی بلاکنگی، تمام، بلوچ، پشتون اور باقی جتنے stakeholders میں ان تمام کو اس اے پی سی میں دعوت دی جائیگی اور وہ اکابرین فیصلہ کریں گے کہ ہم نے اس مسئلے کو اس طرح handle کرنا ہے، کس کے ساتھ dialogue کرنا ہے؟ اور کیونٹ نے انکی منظوری دے دی ہے whitin a week or two ڈاکٹر صاحب انشاء اللہ تعالیٰ وہ خود اسکا announcement اس اے پی سی میں کریں گے۔ اسکے بعد ہم ایک road-map میں گے کہ ہم اس insurgency کو اس طرح counter کر رہے ہیں کس طرح dialogue کر رہے ہیں۔ ہم انشاء اللہ اس پر پورے House اور تمام stakeholders کو اعتماد میں لے گئے۔ اب دوسرا مسئلہ جو تھا جناب عالیٰ کہ ہم نے بالکل معاملات کو فن کر دیا ہے لیکن ہماری کوشش سے یا ایک خاص طبقے کو، ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم نے coalition partners کی کوششوں سے، ہم نے جتنے بھی team captain کے لوگ تھے انکو کم از کم ایک نیبل پر بیٹھایا ان کے ساتھ بار بار dialogue کرایا اور اس پر mindset بہت حد تک ہم کی لے آئے ہیں۔ بعد میں جب statistics آپ کو بتاؤ نگاہ میں سارے details میں general House کو بتاؤ نگاہ کہ ہم نے کن کن واقعات میں کیا کیا کی لائی ہے میں over-all آپ کو ایک blame game تارہا ہوں۔ پھر تیسرا جو مسئلہ تھا organized crime، میں سمجھتا ہوں کہ یہ لوگوں کیلئے سب سے زیادہ مسئلہ تھا اور انکی reasons کیا تھیں، اسکی reasons صرف اور صرف، میں کوئی blame game نہیں کرنا

چاہتا ہوں ہمارے اپوزیشن کے دوست بیٹھے ہوئے ہیں، لیکن یہ ایک administrative problem تھا اسکو previous governments میں بُری طریقے سے handle کیا گیا۔ پولیس بلوچستان میں کبھی henious crimes کیلئے تیار نہیں تھی نہ لیویز۔ اور بُرمتی سے جو criminal forces ہوتی ہے وہ اپنے آپ کو strengthen کرتے جا رہے تھے اور ہماری weak system ہوتی جا رہی تھیں کہ وہ روز بروز politicize elected Members، DPOs، ہمارا بنا ہوا تھا، facilities اور ٹریننگ task دیا کہ آپ اپنے پیروں پر کھڑے ہو جائیں۔ ہم نے انکو equipments کے اُس سے لگتے تھے اسیں ہم پر بہت pressure بھی ہے لیکن اسکے باوجود ہم نے اس سلسلے کو روک دیا۔ اور پولیس کو ہم نے دیا کہ آپ کام کر سکیں۔ علاوہ ازیں لیویز، بیسی اور پولیس کے حوالے سے موجود تھا صرف یہاں نہیں تھا اُس کا افتتاح کیا گیا اور وہاں بڑے قابل آفیسر کو لگایا گیا تاکہ وہ ایک quick response force کے طور پر کام کر سکیں۔ اس پر بھی بہتری کی طرف آئیں گے۔ اور ہماری Reforms Committee کی بنیت نے ایک reforms committee بنی ہے۔ اے ایریاز اور بی ایریاز یہ تمام معاملات debatable ہیں اور اسی طرح ہم نے لیویز فورس کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنا ہے اسکی ATF کے جوانوں نے اپنی جان پر کھیل کر لوگوں کو بچایا انکے لئے ڈاکٹر صاحب already اعلان کر کر دی ہے۔ ہم ایک دفعہ پھر اس فلور کے توسط سے ان کیلئے انعام اور promotions کا اعلان کرتے ہیں ہم انکا بھر پور look after کریں گے۔ (ڈیسک بجائے گئے) اور اب جو یہ organized crimes ہیں، یہ سب سے زیادہ تھا kidnapings for ransom car snatching یا highway robberies، یہ تمام details جب بعد میں آئیں گی تو آپکو بتا چلے گا کہ ان میں کتنی کمی آئی ہے۔ یقیناً ڈاکٹر مناف ترین ان غواہوں کے یا ارباب صاحب یہ بہت بڑے واقعات ضرور ہیں لیکن اسیں ایک بڑی کمی آئی ہوئی ہے، مُفتی گلاب صاحب یہاں تشریف فرما نہیں ہیں وہ کہہ رہے ہے تھے کہ بالکل جی لاءِ اینڈ آرڈر میں کوئی کمی نہیں آئی ہے۔ وہ تو یہ statistics بتائیں گے daily reports کی پورے بلوچستان سے آتی ہیں۔ اور اس

مقدس فلور پر کوئی جھوٹ بولنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ جو statistics on ground ہے اسکے مطابق دینگے۔ اب میں جو فاضل ممبران نے چند باتیں کی ہیں میں اُنکے حوالے سے ٹھوڑا conclude کرتا ہوں جو انکے تحفظات تھے، آغالیاقت صاحب نے فرمایا، وہ بھی تشریف نہیں رکھتے کہ ایف سی کے حوالے سے، باقی فاضل ممبران نے کہا۔ دیکھیں جی! ایف سی کو ہم بلوچستان گورنمنٹ نے، جمہوری حکومت نے اپنی مدد کیلئے requisite کیا ہے انکو بلایا ہے۔ یقیناً اُسی میں کوئی خرابیاں ہوں گی۔ ہم نہیں کہتے ہیں کہ ایک فورس ہے اسمیں discipline کا فقدان ہے ممکن ہے ہو لیکن وہ ہماری مددوی اخاذوں کو protect اور ہماری ہائی ویز کو protect کرنے کیلئے آتی ہے۔ آپکے توسط سے اگر civil aid کے حوالے سے ٹھوڑا self through your kind distribute کر دیئے ہیں۔ اور ہم کے لیے تاکہ تمام فاضل ممبران کے جو جو سوالات ہیں وہ ان سے کرسکیں۔ over-all ہم نے ان کی کارکردگی کے حوالے سے فلور پر کیا کہ تمام in-camera briefing کیلئے بھی آتی جی ایف سی یا ذی آتی جی ایف سی کو بلا کیجئے اور وہ یہاں آکے تمام ممبرز کو brief کر دیجئے۔ دوسرا ایک coordination کے حوالے سے بھی ایک دوست نے بات کی تو میڈم راحیلہ بھی یہ بات کر رہی تھیں، تو coordination کا یہ level اس سے پہلے نہیں تھا۔ I.A کا ایک علیحدہ رُخ تھا I.S. کا ایک علیحدہ رُخ تھا C.F کا علیحدہ، فوج کا علیحدہ۔ اور یہ تمام لوگوں کو ڈاکٹر صاحب کی لیڈر شپ اُنکی vision اور ہمارے باقی جو اکابرین ہیں اُنکی vision نے اُن سب کو۔ اب وہ daily کی بنیاد پر، This is a very good news for you people. کہ وہ daily کی بنیاد پر ہر شام کوا کھٹے بیٹھتے ہیں اور اپنا لاکھ عمل طے کرتے ہیں۔ جس میں ہوم سیکرٹری اور پولیس والے بیٹھتے ہیں اور اٹیجننس ایجنسیز، ایف سی تمام کے representatives وہاں جاتے ہیں۔ اور وہ پورے بلوچستان کے حالات کو discuss کرتے ہیں اور operation plan کرتے ہیں اور آسکی رپورٹ ہوم ڈیپارٹمنٹ اور وزیر اعلیٰ صاحب کو جاتی ہے۔ دنگیر بادینی صاحب نے kidnapping for ransom کی بات کی۔ وہ بھی جب ہم statistics دینگے تو پتا چل جائیگا کہ اس میں کتنی کمی آتی ہے۔ missing persons، دیکھیں جی! بلوچستان میں ایک بڑا issue ہے

لیکن Baloch voice for missing persons dicey subject ہے۔ جو ہمارے ہزاروں لوگ گم ہیں۔ جس س جاویدا قبائل کا کمیشن بیٹھا ہوا ہے وہ کہتے ہیں کہ کوئی forty six subjudice بھی ہے۔ کے قریب ہیں سپریم کورٹ میں eighty six کی لیست گئی ہوئی ہے اور معاملہ from the day first گورنمنٹ آف بلوچستان اور ڈاکٹر عبدالمالک صاحب نے اور میں اس بات کا گواہ ہوں کہ آرمی چیف کے سامنے یہ بات سوئی میں ہوئی کہ جی آپ نے ہمارا یہ معاملہ حل کرنا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس میں بہت حد تک کی ہوئی ہے۔ اور تمام Intelligence Agencies، حامد صاحب نے فرمایا کہ black permits ششیں، خالد لاگو صاحب کی بات کو میں second کرتا ہوں کہ تمام کے تمام black permits بلوچستان میں cancel ہو چکے ہیں، تمام permits کے black papers ہو چکے ہیں۔ پولیس فورس کو بڑی واضح ہدایت دی گئی ہے کہ کوئی بھی، کسی بھی Intelligence cancel کا، کوئی بھی کسی بھی فورس کا permit دکھاتا ہے آپ اسکو according to the law Agencies کریں کسی کو exemption نہیں ہے۔ تو یہ بھی ایک positive signs ہیں، جو اختیارات کی بات کر رہے تھے ڈاکٹر عبدالمالک صاحب اور ہمارے باقی اکابریں کی کاؤشوں سے وہ معاملات بھی ٹھیک ہو رہے ہیں۔ انہوں نے بیروزگاری کی بات کی۔ جس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پورے پاکستان میں یہ مسئلہ ہے لیکن بلوچستان میں بھی بیروزگاری ایک بہت بڑا مسئلہ ہے لاءِ اینڈ آرڈر کے حوالے سے قائد حزب اختلاف مولانا عبدالواسع صاحب نے بڑی visionary تقریر کی اور وہ کہتے ہیں کہ جی!

شاد و شاداب نہیں ہیں لیکن میں صرف انکو اتنا کہوں گا، شعر:

مانا کہ اس جہاں کو گلشن نہ کر سکے ہم
گزرے جدھر سے کچھ کانٹے توہنائے ہم

اسکے علاوہ انہوں نے کہا کہ A.P.C. میں ڈاکٹر صاحب کیا لے کے جائیں یا وہ separatists کے پاس جائیں تو کیا لے کے جائیں؟ میں مولانا صاحب کو بتانا چاہتا ہوں کہ وہ اٹھارویں ترمیملے کے جائیں جس کی بنیاد پر یہ insurgency شروع ہوئی۔ وہ اٹھارویں ترمیم کے حوالے سے address ہو چکا ہے وہ اُدھر لے کے جائیں۔ بلوج قوم کے concern، پشتون قوم کے concern بجلی کے کھمبوں کو نقصان پہنچانا، land mafia، یہ عورتیں، یہ بچے، یہ violence کو ختم کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ ایک دفعہ پھر Floor of the House کے توسط سے میں ان تمام لوگوں کو یہ دعوت دیتا

ہوں کہ آئین مذکرات کی میبل پر ہم سے مذکرات کریں۔ within constitution of Pakistan وہ ہم سے بات کریں ہم انکے مطالبات مانے کیلئے تیار ہیں۔ لیکن نہیں ہو سکتا کہ writ of the State کو challenge کرنے کی اجازت کسی کو نہیں دی جاسکتی۔ اُسی چیز کو سامنے رکھتے ہوئے یہ A.P.C بلائی جا رہی ہے کہ آج اگر ہم operations کی طرف جائیں آج اگر جو لوگ writ of the State کو challenge کریں ہم انکے خلاف ایک بخشش action کریں۔ بدشتمی سے ایک perception پھیلا ہوا ہے کہ وہ ناراض بلوچ ہیں۔ پھر دوبارہ ایک criticism ہم تمام Stakeholders کو on-board لے اپوزیشن کے دوستوں کی طرف سے شروع ہوگی۔ ہم تمام stakeholders کے اس مسئلے پر جانا چاہتے ہیں تاکہ ہم اسکا ایک sustainable solution کی طرف جا سکیں۔ سردار عبدالرحمٰن کھیزان نے رکھنی کے حوالے سے بات کی۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس پر ایک انکوائری کرائیں گے۔ اور اگر پولیس کی کوئی negligency ہوئی ہے اس طرح دن دیہاڑے اگر بازار میں آکے لوگوں کو لوٹنا شروع کر دیں گے تو ہم انکے ساتھ بڑی بخشش سے آئینی ہاتھوں سے نمیں گے آپ اسکی تسلی رکھیں۔ پنس علی صاحب نے فرمایا کہ A.P.C میں یہ صرف آزادی کی جو لوگ بات کرتے ہیں یا دوسرے کے لوگ ہیں۔ دیکھیں organized crime کو تو ہم کبھی A.P.C میں نہیں لے کر آ رہے ہیں۔ اس بات پر متفق ہیں کہ انکے خلاف بخشش سے نمٹا جائے۔ اور جو ہم کر رہے ہیں، جو بعد میں اپنے statistics میں آپکو بتاؤں گا کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ یہ A.P.C ہم specifically issues پر بارہے ہیں ایک جو forces بارے میں بارے میں بارے میں بارے ہے ہیں دوسرا کسی حد تک یہ جو sectarian violence ہے اسکے بارے میں بارے ہے ہیں کہ ہمیں ہمارے اکابرین راستہ بتائیں ہمیں ایک road-map دیں ہم اس پر چل کے اس مسئلے کا انشاء اللہ تعالیٰ دری پاصل نکال پائیں گے۔ اور B.C کے حوالے سے آپ نے ذکر کیا میں پھر یہی کہتا ہوں کہ قسمتی سے پچھلے دس پندرہ سال سے B.C، لیویز اور تمام forces پر کوئی کام نہیں ہوا۔ پہلی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ ہم نے ان equipment کو forces دیئے ہیں ان کی ٹریننگ کر رہے ہیں۔ پہلی دفعہ یہ ٹریننگ ہم through F.C کے کر رہیں گے اور جو بھی کا معاملہ آپ نے بتایا میرے نوٹس میں نہیں ہے جس کو thank you so continue ہم

آپ میرے notice میں لیکر آئے ہیں جو بھی اس پر مسئلہ ہے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم اسکو within a day انشاء اللہ تعالیٰ solve کریں گے۔ جعفر خان مندو خیل صاحب نے بڑی detail میں اور بڑے senior ہمارے Politician ہیں انہوں نے جواب تین کیس وہی black-papers کا ذکر کیا۔ لیویز اور پولیس کیلئے ہم reforms لے کر آ رہے ہیں، ہم نے کمیٹی بنادی ہے اسیں ہم ریٹارڈ لوگوں کو بھی لے رہے ہیں جو بلوچستان میں ریٹائر ہوئے ہیں جنہوں نے پاکستان کے کسی اور کونے میں services کی ہیں، وہ آئیں اور ہمیں اسکی اصلاح کے بارے میں بتائیں۔ لیویز کا دیکھیں میں آپ کو ایک چھوٹی سی مثال دوں کہ ہمارے 80 فیصد areas میں لیویز ہے۔ لیکن very unfortunately جوان کا command کے ہے وہ ایک رینویو آفیسر کے پاس ہے۔ ایک تحصیلدار کے پاس ہے۔ یہ تمام چیزیں پھر انکی and control یہ تمام identity known identity ہیں۔ جب آ جاتی ہے تو وہ tribal society میں لیکر طرح سے deliver نہیں کر پاتے ہیں۔ تو یہ تمام معاملات، ہم انشاء اللہ House کو اعتماد میں لیکر یہ تمام reforms کریں گے اور انشاء اللہ اسکا بہت بہترین result آئیگا۔ ڈاکٹر حامد صاحب نے بھی کہتا ہوں کہ working coordination کی بات کی۔ وہ میں نے آپ کو بتایا کہ تمام لوگ شام کو اکھٹے بیٹھتے ہیں کا لے شیشوں کی بات کی جو non-stake actors، وہ چاہے کسی بھی form میں ہیں۔ میں آپ کی بات کی تائید کرتا ہوں کہ violence چاہے کوئی بھی کرتا ہے ہمیں اسکو condemn کرنا چاہیے اور ہم کرتے بھی ہیں گورنمنٹ آف بلوچستان نے ہر قسم کے violence کو condemn کیا ہے اور آئندہ بھی کریں گی اور اسکے سدباب کیلئے اپنی کوششیں بھی جاری رکھے گی۔ مفتی صاحب تو ہیں نہیں ورنہ میرے پاس ان کی باتوں کے بڑے دلچسپ جوابات تھے کاش وہ ہوتے لیکن وہی تنقید برائے تنقید تھی اور کوئی آئیں ایسی چیز نہیں تھی۔ انہوں نے آخری chit بھی بھیج دی کہ جی وہ کوئی نہیں ہے تو آپ بھی باہر آ جائیں۔ لیکن وہ chit شاید معاذ اللہ صاحب نے پڑھی نہیں ہے۔ سردار صاحب تو ویسے ہمارے رحم و کرم پر ہیں یہ بیٹھے رینگے۔ اور میڈم جو آپ نے، کوئی بھی نہیں ہے میں کس کس کا جواب دوں۔ تو میڈم نے تنخوا ہوں میں اضافے کی بات کی یہ بھی ایک بڑی important بات ہے کہ پورے بلوچستان میں جو ہم تنخوا ہیں دیتے ہیں پاکستان کے باقی تمام صوبوں سے زیادہ ہیں اور اسکے اضافے کی بھی تجاویز ہمارے پاس ہیں۔ جال بحق الہکاروں کی بات کی۔ ہم ایسا نہیں کرتے ہیں کہ پانچ لاکھ کپڑا دیئے اور ان کا کوئی پرسان حال نہیں گورنمنٹ آف بلوچستان اسکو میں لاکھ روپے compensation دیتی ہے اور اسکے علاوہ بھی انکی families کی look after کرتی ہے انکو کو اثرز

دیتی ہے انکے بچوں کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھا جاتا ہے۔ تو floor of the house پر بغیر وزن کے، بغیر سوچے سمجھے اس طرح کی statements دینا وہ ایک فاضل ممبر ہیں میں کچھ کہہ نہیں سکتا ہوں۔ جی گیلو صاحب ہمارے دوست ہیں بہت سینئر ہیں اور انہوں نے بھی بہت ساری باتیں کیں کہ، بولان اپنی تاریخ میں، گیلو صاحب! میں بڑے دعوے سے کہہ رہا ہوں کہ میر چاکر سے لیکر آج تک اتنا پرسکون نہیں تھا جتنا آج ہے۔ جو ranson for kidnapping کے واقعات ہائی ویز پر ہوتے تھے کیونکہ میرا route ہے میں وہاں سے آتا جاتا ہوں۔ اور ان separatists کے خلاف یا ان دشمنوں اور چوروں کے خلاف۔ وحید شاہ کو credit جاتا ہے وہ ڈپٹی کمشنر تھا، وہ کس کا تھا؟ گورنمنٹ آف بلوچستان کا تھا۔ آپ کون ہیں گورنمنٹ آف بلوچستان ہیں میں کون ہوں گورنمنٹ آف بلوچستان ہوں۔ تو پھر ایسے حالات ہوئے، وہ بھی گورنمنٹ کا فیصلہ ہوتا ہے اس پر بھی بعد میں debate کی جاسکتی ہے۔ میں آپکو ایک اور floor of the house سے یہ بتا دوں۔ آپ کے بھی knowledge میں ہو گا کہ جو اب ڈپٹی کمشنر ہے میں قائم کھا سکتا ہوں کہ وہ corrupt نہیں ہے کیونکہ وہ ذیرہ بکٹی میں رہا ہے ذی پی او کامیں نہیں کہتا ہوں جو ڈپٹی کمشنر ہے ابھی اور اس نے میری اجازت سے جناب اسپیکر! بولان کے علاقے میں، آج سے ایک ہفتہ پہلے چوروں کے خلاف ایک آپریشن کیا اور وہ دوسرے آپریشن کیلئے تیار ہے۔ تو لہذا ہمارا writ of the State وہاں بولان میں بھی established ہے۔ اور اگر گیلو صاحب ہمیں مزید identify کریں گے ہمارے فضل رکن ہیں ہم وہاں جانے کیلئے تیار ہیں اور ہم اُس writ of the State کی بات کی وہ ہم نے اعلان کر دیا اور یاسین صاحب نے انشاء اللہ و تعالیٰ۔ آغا صاحب نے promotions کی بات کی وہ ہم نے اعلان کر دیا اور یاسین صاحب نے death squads کی بات کی۔ جب وہ چیز، ایک چیز ختم ہو چکی ہے اُسکی بار بار repetition۔ اور پھر ہم death squads کے ساتھ اُس لشکر کی بھی بات کر رہے تھے۔ اور آپ جیسے سیاسی اسٹوڈنٹس سے اور سیاسی معتبر سے یقین ہے کہ وہ اس پہلو کو بھی کبھی اجاگر کریں گے۔ راحیلہ درانی صاحب نے یونیورسٹی کی بچوں کا ذکر کیا۔ جی بالکل ہم نے انکے لیے compensation کا especial announcement کیا۔

کیا۔ ہم ہوم ڈیپارٹمنٹ اور وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ انکے والدین کے ساتھ متواتر رابطے میں ہیں جو بھی انکا مسئلہ ہوتا ہے۔ اور یہ ایک دشمن دانہ واقعہ تھا اُسکی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ اور مزید آپ ہمیں نشاندہی کریں ہم مزید انکی کفالت، انکے والدین کی جو بھی دلجمی ہم سے ہو سکے گی، گورنمنٹ آف بلوچستان ضرور کریگی۔ منظور کا کڑ صاحب کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا کسی ایف سی پوسٹ پر تو

میں اس واقعہ کی مذمت بھی کرتا ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اسکو mishandle کیا گیا ہے۔ آئندہ میں انکو یقین دلاتا ہوں کہ اس قسم کا کسی بھی فاضل ممبر کے ساتھ واقعہ نہیں ہوگا۔ اور جن لوگوں نے کیا ہے۔ میں نے آئی جی ایف سی سے خود اس سلسلے میں بات کی ہے انہوں نے مجھے surety dia ہے کہ دوبارہ کسی Member of the Parliament کی ساتھ اس طرح کا واقعہ نہیں ہوگا۔ اب میں اپوزیشن کے دوستوں کا جنہوں نے ذکر کیا اسکی طرف میں details میں آنا چاہتا ہوں کہ ہمارے آنے سے یا ہماری policy سے کیا فرق پڑا ہے over-all crimes details میں ہیں میں بتاؤں گا کہ جو decrease percentages میں انکا ہے reduction ہوئی ہے That is 33% as compared to the previous period. جو اس میں کی آئی ہے۔ un-convention crimes اور convention crimes کی بھی میں آپکو ساری details بتاؤں گا۔ murders میں 14.87% کی آئی crimes motor vehicle threats میں 16.54% kidnapping کی آئی ہے۔ attacks on law میں 64.98% کی آئی ہے۔ (ڈیک بجائے گئے) snatchings میں 14.61% کی آئی un-convention crimes یہ enforcement agencies for the last one years میں 60% کی آئی ہے۔ attacks on settlers ہے۔ attacks on government میں 219% کی آئی ہے۔ اسی طرح sectarian attacks میں 40% installations کی آئی ہے۔ ایک چیز میں جس کو سمجھتا ہوں کہ ضروری ہے کیونکہ بہت بوجھی ہو گئے ہیں، کافی ٹائم بھی ہو گیا ہے میں اسکو بڑا short کر رہا ہوں ورنہ details بہت زیادہ ہیں۔ important kidnapping for ransom and highway robberies میں آپ دیکھ لجیئے 2010ء میں 45 cases ہوئے تھے۔ 2011ء میں 83 cases ہوئے تھے۔ اسی طرح 2012ء میں 83 cases ہوئے تھے۔ اور 2013ء میں just 43 cases ہوئے تھے۔ 43 اُن میں سے 39 جو ہیں recover ہو گئے ہیں چار بھی stages کے recovery کے efforts میں ہیں وہ بھی in-camera بتایا جا سکتا ہے کہ گورنمنٹ آف بلوچستان کی اس میں کیا efforts ہیں۔ اگر اس طرح public میں تائیں گے تو ممکن ہے جو ہماری efforts ہو رہی ہیں انکو harm ہو گا۔ دوسرا جو highways robberies تھیں اسکے بارے میں بھی میں ہاؤس کو اعتماد میں لینا چاہتا ہوں اور بتانا

چاہتا ہوں کہ اس میں کتنی کمی آئی ہے۔ میرے پاس graph ہے۔ یہ انشاء اللہ ہم بانٹیں گے آج ہمارے اشاف سے تھوڑی سُستی ہو گئی وہ بانٹ نہیں سکے۔ اسیں جو میں بتاتا ہوں 2008ء میں 50 just that was 2009ء میں 38، 2010ء میں 19، 2011ء میں 10، 2012ء میں 10-2013ء میں four highways جن کا میرے دوستوں نے ذکر کیا گلتان والی اسی طرح اس highway کو جو جیکب آباد جاتی ہے آپ travel کرتے ہیں اس پر پہلے پنجابی لوگوں کی ٹارگٹ کنگ ہوتی تھی۔ اس پر ہم نے اسکو ensure کیا کہ وہاں ہم نے ایف سی کی پوشین لگاؤں میں تاکہ اسکو ہم minimize کر سکیں الحمد للہ پچھلی عید پر کوئی بڑا واقعہ نہیں ہوا normally یہ عیدوں پر واقعہ ہوتا ہے۔ trains sabotage جو ہوتی تھیں، ہر سال زیادہ ہوتی تھیں اس سال الحمد للہ ہم نے انکو کم کیا۔ پھر سب سے بڑا جو بلوچستان گورنمنٹ کا credit ہے وہ Local Bodies Elections ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو پورے پاکستان میں نہیں ہو سکے، ہم نے الحمد للہ، بہت چھوٹے چھوٹے واقعات اگر ہوئے ہوں تو ہم نے ensure کیا کہ پورے بلوچستان میں، وہاں ہر نانی میں ایکیشن نہیں ہو سکے ہیں باقی ہر جگہ پر اور انہیں بھی آج ہو رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ صحیح ہو جائیں گے کوئی بڑا واقعہ نہیں ہوا ہے۔ کیا بلوچستان کی history میں نہیں ہے کہ Local Bodies Elections پر، چاہے وہ چمن ہو چاہے وہ ڈیرہ بکٹی ہو چاہے وہ کوہا ہو چاہے وہ بارکھان ہو ہر جگہ پر tribal clashes ہوئے ہیں لیکن اس دفعہ الحمد للہ گورنمنٹ آف بلوچستان نے ensure کیا ہے کہ بڑے peaceful manners میں وہ معاملات چلے ہیں اور Local Bodies Elections ہوئے ہیں۔ تو میں اپوزیشن اور گورنمنٹ کے دوستوں سے یہ اپیل کرتا ہوں، Frontier Corps کے حوالے سے جو معاملات ہیں وہ ہماری اپنی فورس ہے ہم اسکو own کریں گے ہم نے اسی طرح یویز فورس کو demoralize کر کے انکی حالت آج ہمارے سامنے ہے۔ ہم نے پولیس فورس کو demoralize کیا آج انکی حالت ہمارے سامنے ہے۔ اور اگر ہم اپنی اس فورس کو بھی demoralize کر دیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے پاکستان کا بھی نقصان ہے اور بلوچستان کا بھی۔ میں آپکا بے حد مشکور ہوں اور تمام ممبران کا کہ انہوں نے اتنی دیری میری گفتگو سنی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی. C.M. صاحب۔

Sir, I congratulate my Minister who ڈاکٹر عبدالمالک بلوج (قائد ایوان): اور میں تمام ممبران اور اپوزیشن کا بھی مشکور ہوں کہ briefed the House in detail.

کرتا ہوں کہ واقعی ہم سب کو law and order پر سمجھیدہ ہونا چاہیے۔ اور منشڑ صاحب نے جوابت کی۔ منشڑ صاحب آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ نے brief کیا۔ لیکن اسکا جو analysis ہیں وہ آپ media کو دے دیں کہ بھئی! آپ کا جو یہ crime اتنا کم ہوا ہے یہ crime کم ہوا ہے تاکہ ان چیزوں کو صحیح معنوں میں عوام تک پہنچائے۔ اور میں امید رکھتا ہوں کیونکہ میں دیکھ رہا تھا گیلو صاحب نے تو ایک دفعہ بھی clapping نہیں کیں ہم hope کر رہے تھے۔ ا کہ ہم نواب صاحب کی مثال کی طرح نہیں ہیں اگر ہم اٹھ بھی جائیں تو کم از کم ٹیڑھے نہیں لگیں۔ میں اپوزیشن کے دوستوں سے بھی گزارش کرتا ہوں کہ کیونکہ law and order بلوچستان کا مسئلہ ہے اسکو ہم سب مل کر ٹھیک کر لیں گے اور یہ ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ thank you very much.

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ C.M صاحب۔ اب اسمبلی کا اجلاس بروز منگل مورخہ 21 جنوری 2014ء بوقت 11:00 بجھ تک کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس شام 4، جگر 55 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)

